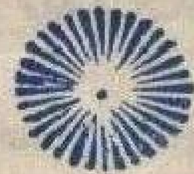
فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ھم العدون

حرمتِ متعہ

از

شیخ الحدیث مولانا محمد علی صاحب جانباز

صدر مدرس جامعہ ابراھیمیہ
ناصر روڈ — شہر سیالکوٹ



ناشر

ناظم شعبہ نشر و اشاعت، جامعہ ابراھیمیہ

ناصر روڈ — شہر سیالکوٹ

فہرست مضامین

۱۵۸ ۳۰
۱۵۷ ۱۴۰ ۱۳۵ ۱۰۹ ۳۷-۳۱ ص ۱۷۰

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ

حُرمتِ مُتعہ

جس میں مسئلہ حرمتِ متعہ کی تشریح و تفصیل اور اس کی علمی تحقیق و تدقیق کتب اہلِ سنت و کتب اہلِ تشیع کی روشنی میں پیش کی گئی ہے اور یہ بدلائل ثابت کیا گیا ہے کہ متعہ کی حرمت نصوصِ قرآن۔ احادیث صحیحہ صریحہ سے ثابت ہے۔ تمام صحابہؓ، فقہاءِ اُمت اور آئمہ مسلمین اس کی حرمت پر متفق ہیں۔ نیز ان تمام دلائل و براہین کا بدلائل رد کیا گیا ہے جو اس قبیح و ملعون فعل کے جواز کے لیے فرقہ ضالہ شیعہ کی طرف سے پیش کیے جاتے ہیں۔

از

شیخ الحدیث مولانا محمد علی صاحب جانباز

در مدرّس جامعہ اِبراھیمیہ ناصر روڈ شہر سیالکوٹ

ناشر

اظم شعبہ نشر و اشاعت، جامعہ ابراھیمیہ

صر روڈ ـــــــ شہر سیالکوٹ

حُرمتِ مُتعہ

وجہِ تالیف:۔

ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور جماعتِ اہلِ حدیث کا ایک مشہور و معروف دینی پرچہ ہے۔ جس کے دفتر میں لوگ مختلف قسم کے دینی سوالات بھیج کر جوابات دریافت کرتے رہتے ہیں۔ پرچہ کے مدیر جناب حضرت مولانا حافظ صلاحُ الدین یُوسف صاحب کبھی کبھار وُہ سوالات، جوابات کے لئے مجھے بھی بھیج دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ دنوں مدیر موصوف نے مجھے چند سوالات بغرضِ جوابات بھیجے۔ جن میں سے ایک سوال یہ بھی تھا۔

"بعض لوگ سورۂ نساء کی آیت " فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۔" سے متعہ کا جواز ثابت کرتے ہیں۔ آیتِ مذکورہ سے ان لوگوں کا یہ استدلال صحیح ہے یا غلط؟ تفصیل سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالیں۔

سائل:۔ عبداللہ جاوید جامعہ محمدیہ اوکاڑہ

میں نے کتاب و سنت کی روشنی میں مختصر سا جواب لکھ کر دفتر الاعتصام میں بھیج دیا۔ جسے انہوں نے شائع کر دیا۔ میں نے اس میں لکھا تھا کہ متعہ شریعتِ اسلامیہ میں حرام ہے۔ سوائے ایک فرقہ کے اس کا کوئی اَور قائل نہیں ہے۔ اور سورۂ نساء کی مذکورہ آیت سے حلّتِ متعہ پر استدلال غلط ہے۔ کیونکہ آیت کو اس

کے سیاق و سباق سے کاٹ کر یہ مفہوم اخذ کیا جاتا ہے۔ جو ایک طرح سے قرآن کی معنوی تحریف ہے۔ ایسی تحریف و تلبیس سے کوئی مسئلہ کیونکر ثابت ہو سکتا ہے۔

اور یہ بھی لکھا تھا کہ مُتعہ عفت و عصمت کا ضامن نہیں ہے۔ بلکہ دُشمن ہے۔ اس کا مقصد سوائے شہوت رانی کے اور کچھ نہیں ہے۔

نیز اس میں یہ بھی تھا کہ بعض لوگ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے حلتِ متعہ ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ آخر میں انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔ اور دُوسرے صحابۂ کرام کی طرح اس کو حرام سمجھنے لگے تھے۔

امام ترمذیؒ نے

"باب ما جاء فی نکاح المتعۃ" کا باب قائم کر کے دُو حدیثیں نقل کی ہیں۔ جن میں پہلی حدیث حضرت علی رضؓ سے ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے:۔

غزوۂ خیبر کے موقع پر عورتوں سے متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا تھا۔

دوسری حدیث حضرت ابنِ عباس رضؓ سے روایت کی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"متعہ اسلام کے عہدِ اول میں مشروع تھا یہاں تک کہ آیتِ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ " نازل ہوئی تو منسوخ ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت ابنِ عباس رضؓ نے فرمایا:۔

"زوجۂ شرعیہ اور مملوکۂ شرعیہ کے علاوہ ہر طرح کی شرم گاہ

استمتاع حرام ہے۔"

آخر میں امام بیہقی رح کے حوالہ سے جعفر بن محمد سے نقل کیا تھا کہ ان سے کسی نے متعہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ

"بعینہ زنا ہے"

اس جواب کے شائع ہونے کے غالباً کوئی چھ، سات ہفتہ بعد چیچہ وطنی سے کسی عبدالغفور نامی شخص نے شیعی پرچہ ہفت روزہ "شہید" لاہور کی ایک کٹنگ لفافہ میں بند کرکے بذریعہ ڈاک مجھے ارسال کی۔ لفافہ کھول کر وہ کٹنگ پڑھی تو معلوم ہوا کہ جناب سید بشیر حسین بخاری صدر مرکز تحقیقاتِ اسلامیہ سرگودہا نے میرے فتوی پر تعاقب کیا ہے۔

اور پھر چند روز کے بعد ایک دوسرا شیعی پرچہ "رضاکار" موصول ہوا۔ اس میں بھی موصوف کا وہی مضمون تھا۔ یہ پرچہ بھیجنے والے ساہیوال کے حافظ محمد یحییٰ تھے۔ ان دونوں احباب نے الاعتصام میں ہی جواب الجواب لکھنے کی فرمائش کی۔

مضمون چونکہ عامیانہ ہلکے سطحی قسم کا تھا۔ اس لئے اوّلاً تو میں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ لیکن بعد میں ساہیوال والے دوست نے پھر خط لکھا۔ اور جواب لکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ چنانچہ کچھ اس دوست کی خواہش کی بنا پر اور کچھ اس خیال سے کہ جواب نہ لکھنے سے کہیں یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ متعہ کے جواز پر ٹھوس دلائل موجود ہیں۔ جواب لکھ کر "الاعتصام" کو بھیج دیا گیا۔ اور اس دوست کو

مطلع کر دیا گیا کہ جواب لکھ کر الاعتصام کو بھیج دیا گیا ہے۔ اور وہ اپنے پروگرام کے مطابق کسی وقت شائع کر دیں گے۔ مگر کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد الاعتصام میں وہ جواب شائع نہ ہوا۔ تو میں نے دفتر والوں سے دریافت کیا کہ جواب نہ شائع کرنے کی وجہ کیا ہے؟ تو انہوں نے یہ مشکل ذکر کی کہ اخبارات پر سنسرشپ عائد ہے۔ جس کی وجہ سے تنقیدی قسم کا مضمون شائع کرنے پر پابندی ہے۔ اس سلسلہ میں ہم نے کوشش کی ہے۔ مگر من وعن پورا مضمون شائع کرنے کی اجازت نہیں ملتی۔ ہاں البتہ سنسرشپ والوں کی طرف سے کانٹ چھانٹ کے بعد شائع ہو سکتا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ کانٹ چھانٹ کے بعد مضمون بے جان ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور اس کا حلیہ بگڑ جاتا ہے جس کا شائع کرنا بے مقصد ہو جاتا ہے۔ بذاتِ خود میں بھی اس طرح شائع کرنے کے حق میں نہ تھا۔ اس وجہ سے جواب شائع ہونے میں غیر ارادی طور پر تاخیر ہو گئی۔

اور اب چند روز ہوئے۔ ہمارے فاضل شیعہ دوست سید بشیر حسین صاحب بخاری کا خط موصول ہوا۔ جس میں موصوف نے لکھا ہے کہ:-

ہفت روزہ الاعتصام میں ایک استفسار کے سلسلہ میں آپ نے متعہ کے بارے میں "چند خیالات" کا اظہار فرمایا تھا۔ جس کا جواب ہم نے ہفت روزہ "رضاکار" "شہید" اور "ندائے شیعہ" میں شائع کرایا۔ جب مذکورہ تمام پرچے جن میں جواب شائع ہوا تھا، جناب کو بھی ارسال کئے گئے۔

پھر ہمارے ایک کرم فرما دوست (اہل حدیث) مولانا محمد یحییٰ صاحب نے بھی ساہیوال سے آپ کو تحریر کیا، تو آپ نے فرمایا کہ الاعتصام میں جواب شائع ہو رہا ہے۔ مگر تا حال الاعتصام میں آپ کا جواب شائع نہ ہو سکا۔ بندہ جواب کا منتظر ہے۔"

قارئینِ کرام!

موصوف کے خط سے، ہمیں اندازہ ہوا کہ مختلف مقامات سے جو شیعی اخبارات اور ان کی کٹنگز، ہمیں موصول ہوئیں۔ یہ آں جناب کی ہی محنت وسعی کا نتیجہ ہے۔ ہم موصوف کی اس محنت و کاوش کی تہہ دل سے قدر کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے ہاں شیعہ دوستوں کے اخبارات و جرائد نہیں آتے۔ موصوف اگر ایسا نہ کرتے تو ہمیں اُن کے تعاقب کا پتہ نہ چلتا۔ اب موصوف چونکہ جواب کے شدت سے منتظر ہیں۔ لہٰذا ہم ان کی خواہش پر ایک مستقل رسالہ شائع کر رہے ہیں۔ جس میں حق و انصاف کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مسئلہ ہذا کے تمام پہلوؤں کا شیعہ اور اہلِ سنت کی کتب سے جائزہ لیا گیا ہے۔ اور ہم راہِ حق اور حق و انصاف کی گواہی قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

للّٰہ الہادی

شیعہ فاضل کے تعاقب کا خلاصہ

ذیل میں اولاً فاضل شیعہ کے اس تعاقب کا خلاصہ پیش خدمت ہے جو انہوں نے ہمارے فتویٰ کے جواب میں بزعمِ خود بڑی تحقیق و تدقیق کے ساتھ شائع کیا ہے:۔

۱:۔ متعہ کا مسئلہ مابہ نزاع نہیں ہے۔

۲:۔ قرآنِ پاک کی آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ الخ اس پر نصِ جلی ہے۔

۳:۔ پھر تمام مفسرین کرام نے کھل کر اس کی تائید کی ہے۔

۴:۔ کتبِ احادیث میں درباب نکاح اس کا تذکرہ موجود ہے۔

۵:۔ متعہ شریعتِ اسلامیہ میں نہ حرام ہے اور نہ ہی یہ درست ہے کہ سوائے ایک فرقہ کے اس کا کوئی قائل نہیں۔ بلکہ اکثر صحابہ رض متعہ کے قائل بھی تھے اور عامل بھی۔ اور اس کا فتویٰ بھی دیتے تھے اور ہمیشہ کے لئے متعہ کو جائز بھی سمجھتے تھے۔

۶:۔ متعہ کی حرمت کا فتویٰ ابتداً حضرت عمر رض نے دیا۔

۷:۔ دورِ حاضرہ کے نامور محقق اور مصنف علامہ مودودی مرحوم نے بھی جوازِ متعہ پر فتویٰ صادر کر دیا تھا۔ (مکتوب مورخہ ۱۸/۴/۸۱)

۸:۔ حضرت اسماء بنت حضرت ابوبکر رض کا حضرت زبیر رض سے متعہ کرنا۔ وغیرہ۔

قارئینِ کرام!

یہ ہیں موصوف کے بلند بانگ دعاوی۔ جنہیں انہوں نے اپنے تعاقب میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ ایسے بے بنیاد و باطل دعاوی ہیں جنہیں موصوف سے پہلے کسی شیعہ (اہلِ علم وغیر اہلِ علم) نے پیش کرنے کی جسارت نہیں کی۔ اور نہ ہی کتبِ شیعہ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ پھر قابلِ تعجب بات یہ ہے کہ جو فریق متعہ کا سرے سے قائل ہی نہیں ہے۔ اور اسے مثلِ زنا گردانتا ہے۔ انہی کی کتب سے اس فعلِ حرام کو ثابت کرنے کی ڈینگ ماری ہے۔ اور پھر نہ اسے ثابت کر سکے۔ اور نہ آئندہ ثابت کر سکیں گے:-

فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ

اگر موصوف یہ دعوی کرتے کہ یہ مذکورہ امور کتبِ اہلِ تشیع میں موجود ہیں۔ تو اگرچہ یہ دعوی بھی باطل و مردود ہے۔ تاہم ان کی تردید کرنے کی ہمیں چنداں ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ کتبِ شیعہ کی طرف منسوب کردہ غلط باتوں کی تردید خود شیعہ اہلِ علم دوستوں کا کام ہے۔ یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے مگر جب کہ موصوف نے ان غلط باتوں کی نسبت کتبِ اہلِ سنت کی طرف کر دی ہے (جو کہ سراسر دجل و فریب ہے)

اس لئے اہلِ سنت ہونے کی حیثیت سے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی کتب کا دفاع کریں۔ اور ان کی طرف غلط سلط منسوب کردہ امور کی تردید کرتے ہوئے اہلِ سنت کا صحیح مسلک پیش کریں۔ چنانچہ اسی ضرورت

کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے یہ رسالہ لکھ کر ہدیۂ قارئین کر رہے ہیں۔
(وہو المؤید والموفق للصواب)

محمد علی جانباز
خادم العلم و اہلہ جامعہ ابراہیمیہ سیالکوٹ شہر
۸۰-۵-۱۶

مُتعہ کا لُغوی معنیٰ

الاستمتاع ھو الانتفاع[1] | مُتعہ کے لُغوی معنی فائدہ حاصل کرنے کے ہیں۔

اصطلاحی معنیٰ

مُتعہ کے اصطلاحی معنیٰ یہ ہیں کہ خاص مدت کے لیے کسی قدر مُعاوضہ پر نکاح کیا جائے۔ اور شیعہ دوستوں کی شرعی اصطلاح میں مُتعہ یہ ہے۔ کہ جب ایک مسلمان مرد کسی مسلمان عورت کو مقررہ وقت کے لیے اور مقررہ اُجرت کے عوض مجامعت کی خاطر ٹھیکہ پر حاصل کرے۔ تو اس کے اس فعل کو مُتعہ کہتے ہیں۔

إِنَّمَا هِيَ مُسْتَأْجَرَةٌ[2] | ممتوعہ عورت ٹھیکہ کی چیز ہوتی ہے۔

اور لغوی معنی کی مناسبت اس میں یہ ہے کہ مُتعہ میں بھی محض تمتّع اور وقتی نفع اندوزی کی غرض ہوتی ہے اور نکاح کے دوسرے اغراض مثلاً توالُد و تناسُل یا نظامِ خانگی کی دُرستی وغیرہ مدِنظر نہیں ہوتے۔

---

[1] (احکام القرآن للجصاص، ص ۱۴۶، ج ۲)
[2] (کافی ج ۲، کتاب الاوّل، ص ۱۹۱)

جو ایک نکاحِ حلال میں ہوتے ہیں۔

حُرمتِ مُتعہ نصُوصِ قرآن سے

اسلام میں نفسانی خواہش کی تکمیل کے دو ہی طریقے روا ہیں۔ اپنی منکوحہ بیوی اور مملوکہ کنیز۔ اس کے علاوہ اور سارے طریقے شریعت نے حرام کر دیئے ہیں۔

اہلِ تشیع متعہ کو مُباح سمجھتے ہیں۔ نہ صرف مُباح بلکہ اس کے فضائل بیان کرنے میں بڑی مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں۔

قرآنِ حکیم کے منطوق مدلول اور مفہوم سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہو رہی ہے کہ متعہ قطعاً حرام ہے۔ اس موضوع پر ایک آیت نہیں بلکہ کئی آیات ہیں چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:۔

(۱) وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝ (سورۂ مومنون پ۱۸)

وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں کے اور اُن عورتوں کے جو ان کے ملکِ یمین میں ہوں۔ کہ ان پر (محفوظ نہ رکھنے میں) وہ قابلِ ملامت نہیں ہیں۔ البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں وہی زیادتی کرنے والے ہیں۔

اس آیت کے آخری فقرے نے مذکورہ بالا دونوں صورتوں یعنی منکوحہ اور مملوکہ کے سوا خواہشِ نفس پوری کرنے کی تمام صورتوں کو حرام

کر دیا ہے۔ خواہ وہ زنا ہو یا عملِ قومِ لوط یا وطیٔ بہائم یا کچھ اور۔

ممتوعہ عورت نہ تو بیوی کے حکم میں داخل ہے۔ اور نہ لونڈی کے حکم میں۔ لونڈی تو ظاہر ہے کہ نہیں۔ اور بیوی اس لئے نہیں ہے کہ زوجیت کے لئے جتنے قانونی احکام ہیں ان میں سے کسی کا بھی اس پر اطلاق نہیں ہوتا۔ نہ وہ مرد کی وارث ہوتی ہے۔ نہ مرد اس کا وارث ہوتا ہے۔ نہ اس کے لئے عدّت ہے۔ نہ طلاق، نہ نفقہ، نہ ایلاء نہ ظہار اور لعان وغیرہ بلکہ مقررہ چار بیویوں کی مقدار سے بھی وہ مستثنیٰ ہے۔ پس جب وہ بیوی اور لونڈی دونوں کی تعریف میں نہیں آتی تو لامحالہ وہ اُن کے علاوہ "کچھ اور" میں شمار ہوگی۔ جس کے طالب کو قرآن "حد سے گزرنے والا" قرار دیتا ہے۔

علماءِ شیعہ بھی خود معترف ہیں کہ ممتوعہ عورت زوجیت میں داخل نہیں۔ چنانچہ کتاب "اعتقادات ابن بابویہ" میں تصریح ہے۔

بابُ ان المرأۃ عندنا اربعۃٌ :۔ (۱) النکاح (۲) ملک الیمین (۳) والمتعۃ (۴) والتحلیل وقد روی ابو بصیر فی الصحیح عن ابی عبد اللہ الصادق (الامام جعفر الصادق) انہ سئل عن المتعۃ أھی من الاربعۃ

ہمارے ہاں عورت کے حلال ہونے کے چار اسباب ہیں:۔ (۱) نکاح (۲) ملکِ یمین (۳) مُتعہ (۴) حلالہ

اور ابو بصیر نے اپنی صحیح میں امام جعفر صادقؒ سے روایت کیا ہے کہ ان سے کسی نے دریافت کیا مُتعہ ان چار اسباب میں سے ہے یا نہیں؟

قَالَ - لَا ::

تو اُنہوں نے کہا۔ نہیں ۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

[1] (السوال الثالث) ھذہ الآیۃ تدل علی تحریم المتعۃ علی ما یروی عن القاسم بن محمد ۔

(تیسرا سوال) قاسم بن محمد کی روایت کے مطابق یہ آیت تحریمِ متعہ کی دلیل ہے؟

* * * *

(الجواب) نعم وتقریرہ انھا لیست زوجۃ لہ فوجب ان لا تحل لہ و انما قلنا انھا لیست زوجۃ لہ لانھما لا یتوارثان بالاجماع ولو کانت زوجۃ لہ لحصلت التوارث لقولہ تعالیٰ ولکم نصف ما ترک ازواجکم واذا ثبت انھا لیست بزوجۃ لہ وجب ان لا تحل لہ لقولہ تعالیٰ اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ ۔

(جواب) ہاں یہ آیت حرمتِ متعہ پر دلالت کرتی ہے۔ تقریر استدلال یہ ہے کہ ممتوعہ عورت بیوی کے حکم میں داخل نہیں ہے۔ لہٰذا متعہ کرنے والے کے لئے وہ حلال نہیں ہوسکتی ۔ یہ جو ہم نے کہا ہے وہ اس کی بیوی نہیں ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ تمام اُمت (شیعہ سنی) کا اجماع ہے کہ یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ اگر ممتوعہ عورت اس کی بیوی کے حکم میں ہوتی تو ضرور وارث بنتی۔

[1] (تفسیر کبیر ص ۲۱۴، ج ۶) ::

کیونکہ فرمانِ خداوندی ہے۔ اور تمہاری بیویوں نے جو کچھ چھوڑا ہو اس کا آدھا تمہیں ملے گا۔ اور جب یہ ثابت ہوا کہ وہ بیوی کے حکم میں نہیں ہے۔ تو پھر حلال بھی نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے سوائے اپنی بیویوں کے اور اُن عورتوں کے جو اُن کے ملک یمین میں ہوں کوئی عورت حلال نہیں ہوسکتی ۔

حضرت نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں :-

وقد[1] دلت الآیۃ علی تحریم المتعۃ و عن القاسم بن محمد انہ سئل عن المتعۃ فقال انی لاری تحریمھا فی القرآن ثم تلا ھذہ الآیۃ

اس آیت سے متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اور قاسم بن محمد سے متعہ کے متعلق سوال ہوا۔ تو فرمایا اس کی حرمت خود قرآن میں موجود ہے۔ پھر اُنہوں نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

امام قرطبی علیہ الرحمت فرماتے ہیں :-

وھذا[2] یقتضی تحریم نکاح المتعۃ لان المتمتع بھا لا تجری مجری الزوجات لا ترث و لا تورث ولا یلحق بہ ولدھا ولا یخرج

یہ آیت حرمتِ متعہ پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ ممتوعہ عورت، زوجات کے حکم میں نہیں ہے۔ ممتوعہ عورت نہ خود کسی کی وارث ہوتی ہے اور نہ اس کا کوئی وارث ہوتا ہے۔

[1] (فتح البیان ص ۲۲۱، ج ۶) ::

[2] (تفسیر قرطبی ص ۱۰۶، ج ۱۲) ::

من نكاحها بطلاق يستأنف لها وإنما يخرج بانقضاء المدة التي عقدت عليها وصارت كالمستاجرة،	اور نہ بچے کا الحاق متعہ کرنے والے کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور یہ عورت طلاق کے ساتھ اس سے جدا نہیں ہوتی۔ بلکہ طے شدہ مدت ختم ہوتے ہی خود بخود علیحدگی ہوجاتی

ہے۔ لہذا یہ بیوی کے حکم میں نہیں ہے۔ بلکہ یہ ٹھیکہ کی چیز ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رض اسی آیت کی بنا پر متعہ کو حرام قرار دیتی ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔:

سئلت[1] عائشة رضي الله عنها عن متعة النساء فقالت بيني وبينهم كتاب الله عز وجل وقرأت هذه الآية والذين هم لفروجهم حافظون الخ فمن ابتغى وراء ما زوجه الله وملكه فقد عدا	ام المومنین حضرت عائشہ رض سے جب متعہ کے متعلق سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا۔ میرے اور ان مجوزین متعہ کے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب ہی فیصلہ کر دیتی ہے۔ پھر انہوں نے مذکورہ آیت کی تلاوت فرمائی۔ فرمایا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صرف بیوی اور لونڈی کو حلال قرار دیا ہے۔ ان دونوں کے

علاوہ جو کوئی تیسری صورت نکالے گا، وہ بلاشبہ حدود شرعیہ سے

[1] (سنن بیہقی ص ۲۰۶، ج ۷)

تجاوز کرنے والا ہوگا۔

علامہ نسفی فرماتے ہیں:۔

وفیہ[1] دلیل تحریم المتعۃ	مذکورہ آیت حرمت متعہ کی دلیل ہے۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادی مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

فقہاء اہل سنت نے ان الفاظ سے متعہ کے حرام ہونے پر استدلال کیا ہے۔ اس لئے کہ متعہ والی عورت نہ ازواج کے حکم میں ہوتی ہے نہ ما ملکت ایمانکم کے تحت ہیں۔

۲:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

أُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ۔ (نساء)	ان (محرمات) کے ماسوا جتنی عورتیں ہیں انہیں اپنے اموال کے ذریعہ سے حاصل کرنا تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے۔ بشرطیکہ

حصار نکاح میں ان کو محفوظ کرو۔ نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو۔

صاف اور صریح طور پر یہ آیت بتا رہی ہے کہ قرآن کے نزدیک متعہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہ آیت محرمات کے ذکر کے بعد آئی ہے اور اس میں بتایا ہے کہ ان محرمات کے سوا تمہارے لئے عورتیں حلال کی گئی ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ سوا ان محرمات کے جس کے ساتھ چاہیں

[1] "مدارک ص ۶۸ ج ۲"

جماع کریں۔ بلکہ دُوسری عورتوں کے حلال ہونے کی چند شرائط ہیں۔ جو یہ ہیں :-

۱ :- یہ کہ بعوضِ مال ہو۔ جسے مہر کہتے ہیں۔

۲ :- یہ کہ ان کو اپنی پابندی میں رکھیں۔ تو ایک عورت کے لئے ایک وقت میں ایک شوہر سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔

۳ :- یہ کہ صرف شہوت رانی مقصود نہ ہو۔ بلکہ یہ منظور ہو کہ اولاد پیدا ہو۔ اور عورت سے خانہ داری کا انتظام ہو۔ اور معلوم ہے کہ متعہ کا مقصد صرف شہوت رانی ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی عورت سے ایک وقتی اور عارضی تعلق پیدا کر لیتا ہے تو یہ احصان نہیں بلکہ سفاح ہے۔ یہ محض پیشاب کرنے کے لئے ایک پیشاب خانہ کی تلاش ہے جس سے مقصد محض وقتی طور پر مثانہ کا بوجھ ہلکا کرنا ہے۔ قرآن نے اس آیت میں یہ دو۲ شرطیں محصنین اور غیر مسافحین لگا کر متعہ کے اس مکروہ رواج کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ جو عرب جاہلیت میں رائج تھا۔ اور اسی آیت کے بعد والی آیت میں عورتوں کے بارے میں یہ کہہ کر مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَّلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ

یعنی وہ عورتیں محصنہ ہوں۔ اور بدکار نہ ہوں۔ اور چوری چھپے یاری کرنے والی نہ ہوں۔ عورتوں کے ساتھ ان چار شرائط کے ساتھ صُحبت حلال ہوتی ہے۔

جو عورتیں تم کو پسند آئیں ان میں سے دو۲ دو۲، تین۳ تین۳، چار۴ چار۴ سے نکاح کر لو۔ لیکن اگر تمہیں	۴ :- فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ

اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی کرو۔ یا اُن عورتوں کو زوجیت میں	خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ۔ (نساء)

لاؤ جو تمہارے قبضہ میں آئی ہیں۔ یہ آیت ببانگِ دہل کہہ رہی ہے کہ نکاح چار تک محدُود ہے۔ اور معلوم ہے کہ متعہ میں کوئی عدد[1] مقرر نہیں ہوتا۔ متعہ والی عورت نہ منکوحہ ہے نہ مملوکہ۔ قرآن نے اباحت کو ان دو۲ ہی میں محدود کیا ہے۔ یعنی قرآن نے عورتوں کے حلال ہونے کی دو ہی صورتیں بتائی ہیں۔ ایک یہ کہ نکاح کے ذریعہ حلال ہوں دُوسرے یہ کہ ملکِ یمین کے ذریعہ حلال ہوں۔ اور ان دونوں سے مقصود اولاد ہے۔ کیونکہ عورتوں کو "حرث" (کھیتی) کہا ہے۔ کھیت سے مطلوب پیداوار ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس کھیت (بیوی) کی پیداوار اولاد ہے۔ اور متعہ کا مقصد اولاد نہیں۔ بلکہ وقتی طور پر شہوت رانی ہے۔ اگر شہوت رانی مقصد ہوتا تو اولاد کا ہونا نہ ہونا برابر ہوتا۔ اور اگر شہوت رانی ہی مقصد ہوتی تو عورت حاملہ من الغیر سے صحبت حرام نہ ہوتی۔ بہر حال نکاح ہو یا ملکِ یمین دونوں سے مقصود اولاد

[1] تہذیب الاحکام کتاب النکاح میں ہے۔ تزوّج منھنّ الفًا فانھنّ مُستاجرات۔ چاہے ہزار سے مُتعہ کرے۔ یہ تو پیشہ ور ہیں مزدُور ہیں۔
علامہ سید رشید رضا مرحوم لکھتے ہیں :- وقد نقل عن الشیعۃ انفسھم انھم لا یؤتونھا احکام الزوجۃ ولوازمھا فلا یعد منھا من الاربع اللواتی تحل للرجل ان یجمع بینھا مع عدم الخوف من الجور بل یجوزون للرجل

ہے۔ شہوت رانی مقصود نہیں۔ جیسے غذا کھانے سے بدل ما یتحلل مقصود ہوتا ہے۔ اور بھوک محض ایک تقاضے کے درجہ میں ہے۔ ایسے ہی عورتوں سے مقصود اولاد ہے۔ اور شہوت تقاضائے جماع کے لئے ساتھ لگا دی گئی ہے۔ بہرحال متعہ والی عورت نہ مملوکہ ہے اور نہ منکوحہ اور چونکہ دونوں میں سے کوئی نہیں۔ اس لئے قرآن کے بتائے ہوئے ضابطۂ حلت سے باہر ہے۔

۴-: وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ۔ (النور)

اور جو نکاح کا موقع نہ پائیں انہیں چاہیئے کہ عفت مآبی اختیار کریں۔ یہاں تک کہ اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے۔

اگر متعہ جائز ہوتا تو ممکن ہوتا کہ کسی عورت کو ایک رات کا معمولی خرچ دیتے۔ اور دو چار مرتبہ جماع کر کے فراغت حاصل کر لیتے۔ عفت بچانے میں تکلیف اور مشقت اٹھانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ نکاح کی شرائط سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب نکاح کی طاقت نہ ہو تو ماسوا اس کے کہ تکلیف برداشت کرے۔ اور کوئی دوسری صورت عفت بچانے کی نہیں۔

یہاں وہ حدیث بھی ملاحظہ فرمالیں۔ جسے حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

(بقیہ صفحہ ۲۱) ان یتمتع بالکثیر من النساء (المنار ص ۱۳، ج ۵)

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ۔

نوجوانو! تم میں سے جو شخص شادی کر سکتا ہو اُسے کر لینی چاہیئے۔ کیونکہ یہ نگاہ کو بدنظری سے بچانے اور آدمی کی عفت قائم رکھنے کا بڑا ذریعہ ہے۔ اور جو استطاعت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے۔ کیونکہ روزے آدمی کے جوشِ طبیعت کو ٹھنڈا کر دیتے ہیں۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہے کہ متعہ حرام ہے۔ کیونکہ اگر حرام نہ ہوتا تو پھر حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نوجوانوں کو روزہ رکھ کر جوشِ طبیعت کو ٹھنڈا رکھنے کی تلقین نہ فرماتے۔ کیونکہ اس جوشِ طبیعت کو ٹھنڈا کرنے کا ایک سہل الحصول علاج (متعہ) ہر وقت موجود ہے۔ پھر روزہ رکھنے کی زحمت گوارا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ لہٰذا متعہ کا حرام ہونا اظہر من الشمس ہے۔

[1] ایک دوسری حدیث ملاحظہ فرمائیں۔ جو حضرت ابوہریرہ رضہ سے مروی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللَّهِ عَوْنُهُمْ النَّاكِحُ يُرِيدُ الْعَفَافَ وَالْمُكَاتَبُ يُرِيدُ الْأَدَاءَ وَالْغَازِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ

تین آدمی ہیں کہ جن کی مدد اللہ کے ذمہ ہے۔ ایک وہ شخص جو پاک دامن رہنے کے لئے نکاح کرے۔ دوسرے وہ مکاتب، جو

[1] "بخاری شریف ص ۲۵۵، ج ۱" -

[2] "ترمذی ص ۱۹۹، ج ۱" ۔

مالِ کتابت ادا کرنے کی نیت رکھے۔ تیسرے وہ شخص جو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلے۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مُتعہ شریعتِ اسلامیہ میں حرام ہے۔ ورنہ پاک دامنی کو بچانے کے لئے نکاح کی کیا ضرورت تھی؟

۵:- مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ (نسآء)

یعنی مومن لونڈیوں سے نکاح کرو۔ اس حال میں کہ وہ پاک دامن ہوں۔ نہ وہ علانیہ زنا کرنے والی اور نہ خفیہ طریقہ پر آشنا رکھنے والی ہوں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر آزاد عورت کے ساتھ نکاح کی قدرت نہ ہو تو لونڈی کے ساتھ نکاح کرو۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مُتعہ جائز نہیں۔ اس لئے کہ اگر مُتعہ جائز ہوتا تو آزاد عورت کے ساتھ نکاح کے عدم استطاعت کی صورت میں کسی شخص کے لئے آسان ترین صورت مُتعہ کرنے کی تھی۔ کہ اس میں جنسی خواہش بھی پوری ہو جاتی۔ اور مالی بوجھ بھی نکاح کے مقابلہ میں بہت کم تھا۔

نیز آیت میں مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ کے ساتھ لونڈیوں کی صفت بیان کی گئی ہے۔ اور مُتعہ کی صورت میں سفاح ہی سفاح ہوتا ہے کہ ایک عورت قلیل مدت میں متعدد اشخاص کے استعمال میں آتی ہے۔ اور چونکہ بچہ کسی کی طرف منسوب نہیں کیا جاتا۔ اس لئے تناسل کا بھی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور سب کی قوت صرف شہوت رانی میں ضائع چلی جاتی ہے۔

حُرمتِ مُتعہ احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے

حُرمتِ مُتعہ کے سلسلہ میں قرآن پاک کی متعدد آیات میں سے چند ایک آیات آپ نے ملاحظہ فرمائیں۔ قرآن پاک کے بعد اب وہ احادیث بھی ملاحظہ فرمائیں جن میں واشگاف الفاظ میں مُتعہ کو تاقیامت حرام قرار دیا گیا ہے۔

۱:- عَنْ سَبْرَةَ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ كُنْتُ أَذِنْتُ لَكُمْ فِي الْإِسْتِمْتَاعِ مِنَ النِّسَاءِ وَإِنَّ اللهَ قَدْ حَرَّمَ ذٰلِكَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ مِنْهُنَّ شَيْءٌ فَلْيُخَلِّ سَبِيلَهَا وَلَا تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا

ربیع بن سبرہ نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ سو آپ نے فرمایا۔ اے لوگو! میں نے تم کو عورتوں سے مُتعہ کرنے کی اجازت دی تھی۔ اور اب اللہ تعالیٰ نے اس کو قیامت کے دن تک کے لئے حرام کر دیا ہے۔ سو جس کے پاس کوئی ان میں کی ہو تو چاہیئے کہ اس کو چھوڑ دے۔ اور جو چیز تم انکو دے چکے ہو۔ وہ واپس نہ لو۔

لہ (مسلم شریف ج ۱ ص ۴۵۱) ٭
(نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۳۴) ٭
(ابوداؤد ج ۱ ص ۲۹۰) ٭

نواب صدیق حسن رح صاحب اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :-

فی ھذا الحدیث التصریح بالمنسوخ والناسخ فی حدیث واحد من کلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کحدیث نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا وفیہ التصریح بتحریم نکاح المتعۃ الی یوم القیامۃ.[1]

زیارتِ قبور کی حدیث کی طرح اس ایک ہی حدیث میں ناسخ (یعنی حُرمتِ مُتعہ) اور منسوخ (یعنی تحلیلِ متعہ) کا ذکر ہے - نیز تا قیامت حُرمتِ مُتعہ کی بھی تصریح ہے -

۞ ۞ ۞ ۞

۞ ۞ ۞ ۞

۲ -: عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی عَنِ الْمُتْعَۃِ[2]

حضرت انس رض سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مُتعہ سے منع فرمایا ہے -

۳ -: عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی عَنْ مُتْعَۃِ النِّسَآءِ یَوْمَ خَیْبَرَ[3]

حضرت ابن عمر رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ و آلہ وسلّم نے جنگِ خیبر میں مُتعہ نساء سے منع فرمایا ہے -

۴ -: حضرت سلمہ بن اکوع رض کہتے ہیں کہ :-

رَخَّصَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

عامِ اوطاس میں رسول اللہ صلے اللہ

٢ه "مسند امام اعظم ص ۱۳۴" ۞

١ه "السراج الوہاج ص ۵۲۶، ج ۱" ۞

٣ه "کنز العمال ج ۱۵ ص ۵۲۷" ۞ اور مسند امام اعظم ص ۱۳۴-

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی مُتْعَۃِ النِّسَاءِ عَامَ اَوْطَاسٍ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ ثُمَّ نَہٰی عَنْہَا ۞

علیہ وسلّم نے تین دن کے لئے مُتعہ کی اجازت فرمائی - پھر اس سے منع فرما دیا -

۵ -: حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا :-

ھَدَمَ اَوْ قَالَ: حَرَّمَ الْمُتْعَۃَ الطَّلَاقُ وَالْعِدَّۃُ وَالْمِیْرَاثُ[1]

طلاق، عدّت اور احکامِ میراث نے حِلّتِ مُتعہ کو ختم کر دیا ہے -

۶ -: حازمی نے اپنی سند سے حضرت جابر رض کا بیان نقل کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم کے ہمراہ تبوک کے جہاد کے لئے گئے - عقبہ (علاقہ شام) میں پہنچے تو وہاں کچھ عورتیں آگئیں - ہم نے ان سے مُتعہ کرلیا - اس خیال سے کہ یہ ہماری اونٹنیوں پر سوار ہو جائیں گی - پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف لے آئے - اور عورتوں کو دیکھ کر فرمایا یہ کون ہیں ؟

ہم نے عرض کیا - یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ و آلہ وسلّم) یہ عورتیں ہیں - ہم نے ان سے مُتعہ کرلیا ہے - یہ بات سُن کر حضورؐ کو اتنا غصّہ آیا

اه "نیل الاوطار ج ۵ ص ۱۳۴"، "کنز العمال ج ۱۶ ص ۵۲۶" ۞

٢ه (کنز العمال ج ۱۶ ص ۵۲۶) - ۞

(سُنن الدارقطنی ج ۳، ص ۲۵۹) ۞

کہ رخسار مبارک سرخ ہو گئے۔ اور چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ اور کھڑے ہو کر ایک خطبہ دیا۔ اور حمد و ثناء کے بعد متعہ کی ممانعت فرما دی۔ حکم پاتے ہی ہم نے عورتوں کو رخصت کر دیا۔ پھر ایسی حرکت نہیں کی۔ اور نہ آئندہ کبھی کریں گے۔ ۱؎

مذکورہ تمام احادیث سے مُتعہ کا حرام ہونا روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ ان احادیث کا انکار اہل سنت میں سے کسی نے نہیں کیا۔ سب نے ہی انہیں بالاتفاق قبول کر کے متعہ کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے۔

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کی حُرمت و حلت کے بارے میں کئی ایک روایات وارد ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ دو سے زائد مرتبہ حلال و حرام ہوا۔ مگر تحقیق یہ ہی ہے کہ صرف دو ہی مرتبہ حلال ہوا۔ اور دو ہی مرتبہ حرام ہوا۔ اور پھر جب آخری مرتبہ یہ حرام ہوا تو ہمیشہ کے لئے ہی حرام ہو گیا۔ یعنی خیبر سے پہلے حلال تھا۔ اور پھر یوم خیبر میں حرام ہوا۔ پھر فتح مکہ (اور وہی اوطاس کا دن ہے اس لئے کہ یہ دونوں متصل ہیں۔) کے دن یہ حلال ہوا۔ اور تین دن کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو گیا۔ اور حجۃ الوداع میں یہ پچھلی ثابت شدہ حرمت پر محض تاکید تھی۔ اور اس کا ایک عام قطعی اعلان نہ یہ کہ اس کو اس روز حرام ٹھہرایا گیا۔

۱؎ کتاب الاعتبار ص ۳۳۵ "

حضرت علیؓ اور حُرمتِ مُتعہ

احادیث صریحہ صحیحہ سے مُتعہ کی حُرمت تاقیامت ثابت ہے۔ جیسا کہ ہم اس سلسلہ کی چند ایک احادیث تحریر کر چکے ہیں۔ باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرح حضرت علی رضؓ سے بھی تحریم متعہ کی روایت اس قدر شہرت اور تواتر تک پہنچی ہوئی ہے۔ کہ حضرت حسن اور محمد بن حنفیہ کی تمام اولاد نے اسے روایت کیا ہے۔ جو اہل سنت اور اہل تشیع ہر دو کی کتب احادیث میں موجود ہے۔ جو مسئلہ زیر بحث میں فیصلہ کن حیثیت رکھتی ہے۔

امام بخاری رح نے ان الفاظ میں ایک باب قائم کیا ہے:۔

باب نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نکاح المتعۃ اخیرًا

ترجمہ:۔ "نکاح مُتعہ سے آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخر میں منع کرنے کا باب۔"

اس باب کے تحت حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جناب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت پیش کی ہے کہ:۔

اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی عَنِ الْمُتْعَۃِ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْاَہْلِیَّۃِ زَمَنَ خَیْبَرَ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا متعہ سے اور پلے ہوئے شہری گدھوں کے گوشت کھانے سے خیبر کے دن۔ ۱؎

۱؎ " بخاری شریف ج ۲ ص ۷۶۷ "

یہ حدیث صحیح بخاری شریف کے علاوہ مندرجہ ذیل کتبِ احادیث میں بھی موجود ہے:۔

(۲) "صحیح مسلم شریف کتاب النکاح باب نکاح المتعۃ وبیان انہ ابیح ثم نسخ ج ۱ ص ۴۵۲" ؛

(۳) "ترمذی شریف کتاب النکاح باب ما جاء فی تحریم نکاح المتعۃ ج ۱ ص ۱۳۳" ؛

(۴) "نسائی شریف کتاب النکاح تحریم المتعۃ ج ۲، ص ۸۰ " ؛

(۵) "ابن ماجہ شریف ابواب النکاح باب النہی عن نکاح المتعۃ ج ۱ ص ۱۴۲۔" ؛

(۶) "موطا امام مالک کتاب النکاح باب نکاح المتعۃ ص ۱۹۶" ؛

(۷) مسند احمد مع الفتح الربانی باب ما جاء فی نسخہا والنہی عنہ ص ۱۹۱ ج ۱۶۔" ؛

(۸) "کنز العمال حدیث نمبر ۴۵۷۲۷ ج ۱۶ ص ۵۲۲۔" ؛

(۹) "بیہقی السنن الکبریٰ کتاب النکاح ج ۷، ص ۲۰۱۔" ؛

(۱۰) سنن الدارقطنی کتاب النکاح ج ۳ ص ۲۵۸۔" ؛

(۱۱) "سنن الدارمی کتاب النکاح ج ۲ ص ۱۴۰۔" ؛

(۱۲) شرح معانی الآثار کتاب النکاح باب نکاح المتعۃ، ص ۲۵، ج ۳۔" ؛

(۱۳) "زاد المعاد ج ۲ ص ۱۴۰۔" ؛ (۱۴) نیل الاوطار ص ۱۳۴ ج ۵

(۱۵) مشکوٰۃ ص ۲۷۲ ج ۲ (۱۶) بلوغ المرام ص ۲۰۵

اس وقت سرِدست جتنی کتبِ احادیث موجود ہیں۔ اُن سب کا ہم نے حوالہ دے دیا ہے۔ اور ان مذکورہ کتب کے علاوہ اہل سنت کی دیگر کتب احادیث میں بھی حضرت علی رضؓ والی مذکورہ روایت موجود ہے ؛

کُتبِ شیعہ :۔

امامیہ شیعہ کی معتبر کتب استبصار، فروع کافی، اور تہذیب الاحکام میں بھی یہ روایت حضرت علی رضؓ سے منقول ہے۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ یہ روایت ان کتب میں انہی الفاظ سے منقول ہے جن الفاظ سے یہ روایت کتبِ اہلِ سنت میں پائی جاتی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔:

عن[1] علی رضؓ قال حرم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوم خیبر لحوم الحمر الاھلیۃ و نکاح المتعۃ	حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ خیبر کے دن رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے اور نکاحِ متعہ کو حرام قرار دے دیا ؛

کیسی صاف روایت ہے۔ روایت بھی ایسی کہ جناب علی رضؓ اپنے فہم سے فتویٰ نہیں دیتے۔ بلکہ پیغمبر علیہ السلام کی حدیث بیان کرتے ہیں اور روائیتِ حدیث کے متعلق علمائے اسلام (شیعہ ہوں یا سُنّی) کا

[1] "تہذیب الاحکام ج ۲، ص ۱۸۶" ؛ ؛ ؛ ؛

" استبصار ج ۳، ص ۱۴۲۔" ؛ ؛ ؛

" فروع کافی ص ۱۹۲، ج ۲۔" ؛ ؛ ؛

اتفاق ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کے نام سے جھوٹی حدیث بیان کرنا جہنم میں داخل ہونے کا موجب ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے والے کے حق میں رسالت مآب کی طرف سے یہ شدید وعید آئی ہے:۔

¹ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

یعنی جو مجھ (پیغمبرؐ) پر جھوٹی بات لگائے جو میں نے نہیں کہی ہے۔ وُہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

کیسی صریح ہدایت ہے۔ اور کیسا صاف ارشاد ہے۔ بایں ہمہ اصحابِ شیعہ کی کتنی جرأت ہے کہ اس روایتِ علی رض کی نسبت یوں گوہرافشانی کرتے ہیں کہ یہ روایت جناب علی رض کی طرف سے تقیہ پر محمول ہے۔ چنانچہ صاحبِ استبصار (محدثِ شیعہ) کے اپنے الفاظ اسی روایت کے متعلق یہ ہیں:۔

فالوجه فی هذه الروایة ان نحملها علی التقیة لانها موافقة لمذاهب العامة (ص ۱۴۲)

یعنی یہ روایت حضرت علی رض کی طرف سے تقیہ پر محمول ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت علی رض نے عوام (اہلِ سنت) سے ڈر کر یہ روایت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر تھوپ دی۔

معاذ اللہ! اس وعیدِ شدید سے بھی خائف نہ ہوئے۔ افسوس ہے کہ ہم شیعہ کی اس جرأت میں اُن کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ اور

¹ بخاری شریف جلد ا صفحہ ۲۱ ۔

نہ تاریخِ دینِ اسلام میں ایسا کوئی گروہ پاتے ہیں۔ جو اپنے متبوع کو ایسے فعلِ قبیح کا مرتکب قرار دے۔

ان حضرات نے اپنے لئے راستہ نکالنے کی کوشش تو کی۔ لیکن اس بات پر غور نہ کیا کہ بھلا آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تقیہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور کن لوگوں سے آپؐ نے تقیہ کرنا تھا۔ اور اگر آپ تقیہ ہی کرتے تھے۔ باقی ذخیرۂ دین کا کیا اعتبار ہے کہ وُہ از راہِ تقیہ تھا یا از راہِ حقیقت۔ کچھ تو یار لوگوں نے سوچا ہوتا۔ کہ این راہ کہ تو مے روی بہ ترکستان است۔

ممکن ہے کہ اس حدیث کو تقیہ پر محمول کرنے والے گدھوں کا گوشت بھی کھاتے ہوں۔ کیونکہ ان کے متعلق اور نکاحِ مُتعہ کے متعلق ایک ہی اعلان ہے۔ اگر وہ حقیقت پر مبنی ہے تو مُتعہ بھی حرام ٹھہرا۔ اور اگر تقیہ پر محمول ہے تو گدھے بھی حلال ہوگئے۔

دیگر یہ کہ فریقین (شیعہ اور سُنی) کی روایاتِ حدیثیہ میں بہت فرق ہوتا ہے۔ جو دونوں مذہبوں کے اختلاف پر متفرع یا دونوں کے اختلاف کی بنا ہے۔ مگر باوجود اختلافِ کثیر کے کوئی روایت اگر متفقہ مل جائے۔ تو اصل معنے میں متفق علیہ کہلانے کا حق وہی رکھتی ہے۔ شیعوں کے مستند امام کلینی انہی معنی کے لئے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت لائے ہیں:۔

خذوا بالمجمع علیه فان المجمع علیه لا ریب فیه (ص ۶)

"یعنی متفق علیہ روایت پر عمل کرو۔ کیونکہ متفق علیہ میں شک نہیں ہوتا۔

پھر صاف اور صریح روایت مرفوعہ جو دونوں مذہبوں کی کتابوں میں بیک معنی موجود ہو کیونکر رد ہو سکتی تھی۔ لیکن افسوس کہ شیعوں نے ایسی متفقہ روایت کو بھی محض اپنی خیالی باتوں کی بنا پر رد کر دیا۔

امید ہے کہ ہمارے فاضل شیعہ دوست حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ متفق علیہ روایت کو تسلیم کر کے حق و انصاف کو ہاتھ سے نہیں چھوڑیں گے۔ اور شیعہ دوستوں کو فضول و لچر تاویل کو قبول نہیں کریں گے۔ ؎

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

حُرمتِ مُتعہ کُتبِ شیعہ سے

جس طرح ائمہ اہلِ سنت سے مُتعہ کی حُرمت و ممانعت ثابت ہے۔ ایسے ہی ائمہ اہلِ بیت سے بھی حُرمت و ممانعت کی روایات کتبِ اہلِ تشیع میں موجود ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:-

۱:- حضرت علیؓ کی متفقہ روایت پہلے گزر چکی ہے۔

۲:- مفضل کہتا ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام کو مُتعہ کے متعلق فرماتے ہوئے سُنا:-

دَعُوهَا اَمَا يَسْتَحِي احدکم ان یری فی موضع العورۃ فیحمل ذٰلک علیٰ صالحی اخوانہ واصحابہ ؎۱

مُتعہ چھوڑ دو۔ کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ کوئی شخص عورت کی شرم گاہ دیکھے۔ اور اس کا ذکر اپنے بھائیوں اور احباب سے

اس روایت میں نہ صرف متعہ ہی کو حرام کیا گیا ہے بلکہ اس بے حیائی کا نہایت ہی مختصر مگر معنی خیز الفاظ میں مرقع کھینچا گیا ہے۔ جو متعہ کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ متعہ فعلِ بے حیائی ہے۔ اس لئے شیعہ دوستوں کو اس فعل کا ارتکاب کر کے بے حیا نہیں بننا چاہئے۔ کیونکہ "الحیاء شعبۃ من الایمان" اگر امام موصوف کی اس نصیحت پر عمل نہیں تو بے حیا باش ہرچہ خواہی کن۔

۳:- حضرت ابوالحسن نے اپنے بعض خدام کو کہا:- ؎۲

وَلَا تُلِحُّوا عَلَى الْمُتْعَةِ اِنَّمَا عَلَيْكُمْ اِقَامَةُ السُّنَّةِ فَلَا تَشْتَغِلُوا بِهَا عَنْ فُرُشِكُمْ وَحَرَائِرِكُمْ فَيَكْفُرْنَ وَيَتَبَرَّأْنَ وَيَدْعِيْنَ عَلَى الْاٰمِرِ بِذٰلِكَ فَيَلْعَنُوْنَا۔

مُتعہ پر اصرار مت کرو۔ صرف سُنت بجا لاؤ۔ اسی میں مصروف مت ہو جاؤ۔ تاکہ تم اپنی منکوحہ عورتوں اور کنیزوں سے ہٹ جاؤ اور وہ معطل رہیں۔ اور وہ پاک باز رہ کر ہماری دامن گیر ہوں۔ اور ہمیں (اسی وجہ سے کہ حُکم متعہ دیا ہے) لعنت کریں۔

۴:- خاتم المؤلفین صاحبِ مجالس المؤمنین مجلسِ دوم میں لکھتے ہیں:-

؎۱ فروع کافی ص ۱۹۲

؎۲ فروع کافی ج ۲، ص ۱۹۲

ائمہ کرام کی عملی زندگی کی متابعت کریں۔ اور خواہ مخواہ ان وضعی روایات کی کورانہ تقلید نہ کریں۔ جو منافقینِ اسلام نے بغرضِ فتنہ و فساد معصومین کے نام پر مشکوک کرکے مروج کی ہیں۔ جو شیعہ حضرات (مرد، عورت) بغیر مُتعہ کئے مریں گے وُہ سب میدانِ محشر میں نکٹے ہی اُٹھیں گے۔ ان گنگنانے والوں کی افواج کا منظر دیکھنے کے قابل ہوگا۔ خدا ہر مُسلمان کو اس ہنسانے والے نظارے سے لُطف اندوز ہونے کا موقع دے آمین ثم آمین ؛

حضرت ابنِ عباسؓ اور حُرمتِ مُتعہ

شیعہ حضرات مُتعہ کے جواز میں حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کا نام بڑی تندومد سے پیش کیا کرتے ہیں۔ لہذا ہم چاہتے ہیں کہ اہلِ سنت اور شیعہ ہر دو کی کتب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کے بارے میں جو کچھ مروی ہے اُسے ہدیۂ قارئین کیا جائے تاکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی پوزیشن بھی واضح ہو جائے۔ اور شیعہ حضرات کی خوش فہمی بھی دُور ہو جائے۔ چنانچہ مُلاحظہ ہو۔

امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے ترمذی شریف میں :۔

" بابُ ما جاء فی نکاح المتعۃ "

کا باب قائم کرکے دو حدیثیں نقل کی ہیں۔ پہلی حدیث تو حضرت علیؓ والی ہے۔ جو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ دُوسری حدیث یہ ہے :۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّمَا	حضرت ابنِ عباس رضؓ سے مروی ہے

" اگر مُتعہ روا بودے امام برحق (امام حسنؓ) چرا التفات بنکاح و طلاق فرمودے۔"

ترجمہ :۔ " اگر مُتعہ جائز ہوتا تو امام حسنؓ نکاح و طلاق کے جھگڑے میں کیوں پڑتے۔"

حضرت امام حسنؓ (باعترافِ صاحبِ مجالس المؤمنین) بہت سے نکاح اور طلاق دیتے تھے۔ یہاں تک کہ امیر علیہ السلام نے لوگوں میں عام اعلان فرمایا تھا :۔

یا اھل الکوفۃ لا تزوجوا الحسن فانہٗ مطلاق النساء	اے کُوفہ والو! حسن سے اپنی لڑکیوں کے نکاح مت کرو۔ کیونکہ وُہ بکثرت طلاق دینے کا عادی ہو چُکا ہے ؛

غور کیجئے کہ اگر مُتعہ جائز ہوتا تو حضرت حسنؓ کبھی مُتعہ سے کنارہ کشی نہ کرتے کہ یہ نہایت ہی سہل کام تھا۔ ہم خرما و ہم ثواب بھی ہیں۔ کہ امام حسنؓ ہی نے تمام عمر کبھی متعہ نہیں کیا۔ بلکہ کل ائمہ کرام نے بھی باوجود (بقولِ شیعہ) فرمودہٗ ختم الرسلؐ کے فمن خرج من الدنیا ولم یتمتع جاء یوم القیامۃ وھو اجدع کہ جس نے دنیا سے بغیر متعہ کئے کُوچ کیا وہ قیامت کے دن بدوضع مثل نک کٹے کے ہوگا[1]

مطابق اس روایت کے (توبہ نعوذ باللہ) نکٹا ہونا پسند کیا۔ مگر مُتعہ سے اپنے دامنِ عصمت کو آلودۂ عصیاں نہ کیا۔ کاش شیعہ صاحبان

[1] "منہج الصادقین ص ۳۵۶" ؛

كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ حَتَّى إِذَا نَزَلَتِ الْآيَةُ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَكُلُّ فَرْجٍ سِوَاهُمَا فَهُوَ حَرَامٌ

کہ متعہ اسلام کے عہدِ اول میں مشروع تھا۔ یہاں تک کہ آیتِ کریمہ الا علیٰ ازواجھم او ما ملکت ایمانھم نازل ہوئی تو وہ منسوخ ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت ابنِ عباس رضؓ نے فرمایا کہ زوجۂ شرعیہ اور مملوکۂ شرعیہ کے علاوہ ہر طرح کی شرم گاہ سے استمتاع حرام ہے۔

البتہ اتنی بات مزور ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضؓ کچھ عرصہ تک متعہ کو اضطرار اور شدید ضرورت کی حالت میں جائز سمجھتے رہے۔ پھر حضرت علی رضؓ کے سمجھانے سے اور آیتِ شریفہ "الا علیٰ ازواجھم او ما ملکت ایمانھم" سے متنبہ ہو کر رجوع فرما لیا۔ جیسا کہ مذکورہ ترمذی کی روایت سے معلوم ہوا :-

حضرت علی رضؓ کے سمجھانے والی روایت یہ ہے :-

[1] عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يُلَيِّنُ فِي مُتْعَةِ النِّسَاءِ فَقَالَ مَهْلًا يَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْهَا يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ

حضرت علی رضؓ نے حضرت ابنِ عباس رضؓ کے متعلق سُنا کہ وہ متعہ کے متعلق کچھ نرم فتویٰ دیتے ہیں تو آپؓ نے فرمایا۔ اے ابنِ عباس رضؓ! ایسی بات چھوڑ دو۔ کیونکہ خیبر کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے

[1] "مسلم شریف ص ۴۵۲، ج ۱" ؛

متعہ اور پالتو گدھوں کے گوشت کی ممانعت فرما دی تھی۔

محمد بن حنفیہ کے دو بیٹے حسن اور عبد اللہ بیان کرتے ہیں ؛

۲-: کہ حضرت محمد رحؒ بن علی [2] (محمد رحؒ بن حنفیہ) نے سُنا کہ حضرت ابنِ عباس رضؓ متعہ کے متعلق کچھ نرم ہیں تو فرمایا :-

ابنِ عباس رضؓ! ایسی بات چھوڑ دو۔ کیونکہ خیبر کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے متعہ اور پالتو گدھوں کے گوشت کی ممانعت فرما دی تھی۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ ابنِ حنفیہ رحؒ نے کہا ابنِ عباس رضؓ! تم ایک عیاش آدمی ہو۔"

۳-: انّہ قال لابن عباس انک رجل تائہ ان رسول اللہ نھی عن متعۃ النساء

تابہ

۴-: یہی روایت تحفۃ المومنین اور کتاب "المحاسن البرقی" جو شیعہ کی معتبر کتب ہیں۔ جناب امیر سے نقل کی گئی ہے۔ پس جب یہ حدیث متفق علیہ فریقین ہے۔ تو اس کی صحت سے انکار ہو ہی نہیں سکتا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں :-

قال لابن عباس انک رجل تائہ ان رسول

جناب امیر نے ابن عباسؓ کو کہا کہ تحقیق تو مرد عیاش ہے۔ رسول

[1] "مسلم شریف ص ۴۵۲، ج ۱" ؛

[2] "شرح معانی الآثار ص ۲۴، ج ۳" ؛

للہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن المتعۃ۔

اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے متعہ سے منع فرما دیا تھا۔

۵:- عروہ بن زبیرؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ میں کھڑے ہو کر فرمایا:۔

کچھ لوگوں کے دل ویسے ہی نابینا کر دیئے گئے ہیں جیسے اُن کی آنکھیں اندھی کر دی گئی ہیں۔ وُہ مُتعہ کے جواز کا فتوی دیتے ہیں۔ آپؓ ایک شخص یعنی حضرت ابنِ عباس رضؓ پر تعریض کر رہے تھے۔ کیونکہ آخری عمر میں حضرت ابنِ عباسؓ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ حضرت ابنِ رضؓ عباسؓ نے حضرت ابنِ زبیرؓ سے پکار کر کہا۔ بلاشبہ تم احمق اور اکھڑ ہو۔ خدا کی قسم! امام المتقین یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں متعہ کیا جاتا تھا۔ حضرت ابنِ زبیرؓ نے جواب دیا تو خود تم اپنا تجربہ کر دیکھو۔ خدا کی قسم۔ اگر تم نے کیا تو میں تم کو سنگسار کرا دوں گا۔

الغرض حضرت ابنِ زبیر رضؓ، حضرت علی رضؓ اور دیگر علماء سے بحث و مناظرہ کے بعد حضرت ابنِ عباس رضؓ نے اپنے سابق فتوی سے رجوع کر لیا تھا۔ اور مُتعہ کا منسُوخ ہونا ان پر ظاہر ہو گیا تھا۔

۶:- امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث کے بعد فرماتے ہیں:۔

حَدِیْثُ عَلِیٍّ حَدِیْثٌ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث

ھ صحیح مُسلم شریف ج ۱، ص ۴۵۲ "۔

صَحِیْحٌ وَالْعَمَلُ عَلٰی هٰذَا عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَغَیْرِهِمْ وَاِنَّمَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ شَیْءٌ مِّنَ الرُّخْصَةِ فِی الْمُتْعَةِ ثُمَّ رَجَعَ عَنْ قَوْلِهٖ حَیْثُ اُخْبِرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

صحیح ہے۔ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضؓ اور دیگر اہلِ علم کا اسی پر عمل ہے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے اس سلسلہ میں کچھ رخصت روایت کی گئی ہے۔ لیکن اُنہوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث پہنچنے کے بعد اپنے قول سے رجُوع کر لیا تھا۔

۷:- امام فخرالدین رازیؒ تفسیر کبیر میں حضرت ابنِ عباس رضؓ کے متعلق نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے موت کے وقت کہا تھا:۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْكَ مِنْ قَوْلِیْ فِی الْمُتْعَةِ۔

اے اللہ! میں اپنے متعہ کی حلت کے قول سے توبہ کرتا ہوں۔

۸:- علامہ قرطبیؒ ابنِ عربیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ:۔

وقد کان ابن عباس یقول بجوازھا ثم ثبت رجوعه عنھا فانعقد الاجماع علی تحریمھا فاذا فعلھا احدٌ رُجم فی مشھورِ المذھب

حضرت عبداللہ بن عباسؓ پہلے مُتعہ کے جواز کا فتوی دیا کرتے تھے۔ پھر انہوں نے حِلت کے فتوی سے رجوع کر لیا۔ لہٰذا اب مُتعہ کے حرام ہونے کا اُمت کا

ے "ترمذی شریف ج ۱، ص ۱۳۳۔" ے "ص ۲۰۰، ج ۳۔"

ث "تفسیر قرطبی ص ۱۳۲، ج ۵"۔

اجماع ہے۔ اب جو کوئی اس فعل کا مرتکب ہوگا اُسے سنگسار کیا جائے گا۔[1]

۹:- ابوبکر جصاص رحمہ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے رجوع کے متعلق فرماتے ہیں:-

ولا نعلم احداً من الصحابة رضي الله عنهم روي عنه تجريد القول في اباحة المتعة غير ابن عباس وقد رجع عنه حين استقر عنده تحريمها بتواتر الاخبار من جهة الصحابة۔

تمام صحابہ رض میں سوائے حضرت ابن عباس رض کے کوئی بھی حلت متعہ کا قائل نہیں۔ اور انہوں نے بھی متعہ کے جواز میں اس وقت رجوع کر لیا تھا جب تمام صحابہ رض سے متعہ کی حرمت ان کے ہاں تواتر کے ساتھ ثابت ہو گئی۔

۱۰:- مندرجہ ذیل روایت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ بعد میں حضرت عبداللہ بن عباس رض نے متعہ کی حلت سے رجوع کر لیا تھا۔ چنانچہ ابو اسحاق مولیٰ بنی ہاشم کہتے ہیں کہ:-

ان رجلاً سأل ابن عباس فقال كنت في سفر ومعي جارية لي ولي اصحاب فاحللت جاريتي لاصحابي يستمتعون منها فقال ذاك السفاح

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رض سے اپنا واقعہ بیان کیا۔ کہنے لگا کہ میں ایک مرتبہ سفر میں تھا۔ میرے ساتھ میری ایک لونڈی تھی۔ میں نے وہ لونڈی اپنے رفقاءِ سفر کے لئے مباح کر دی۔ وہ اس سے متعہ

[1] احکام القرآن ج ۲ ص ۱۵۲۔ [2] احکام القرآن ص ۱۴۸ ج ۲۔

کرتے رہے۔ تو حضرت عبداللہ بن عباس رض نے فرمایا یہ تو بالکل زنا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رض کے اس فتویٰ سے ثابت ہو گیا کہ بعد میں وہ متعہ کو زنا سمجھنے لگے:

۱۱:- امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:-

وروي عنه انه رجع عن ذلك عند ان بلغه الناسخ وقد قال بجوازها جماعة من الروافض ولا اعتبار باقوالهم

متعہ کی ناسخ دلیل جب حضرت عبداللہ بن عباس رض کو پہنچ گئی تو انہوں نے جوازِ متعہ کے قول سے رجوع کر لیا۔ اب سوائے رافضیوں کی ایک جماعت کے اس کی حلت کا کوئی بھی قائل نہیں رہا۔ اور رافضیوں کے اقوال (شریعتِ اسلامیہ سے متضاد ہونے کی بناء پر) لائقِ التفات ہی نہیں ہیں:

۱۲:- علامہ عبدالرحمٰن جزری فرماتے ہیں کہ:-

واما ما روي من ان ابن عباس رض قال انه جائز فصحيح كذا قال ذلك قبل ان يبلغه نسخه وقد وقعت بينه وبين ابن الزبير رض مشادة في ذلك فقد روي ان ابن

حضرت ابنِ عباس رض سے جو متعہ کے جائز اور صحیح ہونے کا قول مروی ہے وہ اس وقت کا ہے جب انہیں متعہ کا منسوخ ہونا معلوم نہیں ہوا تھا۔ اور مسئلہ ھذا پر حضرت ابنِ عباس رض کے ساتھ حضرت ابنِ زبیر کی تلخ کلامی بھی ہوئی تھی۔ جس میں

[1] "فتح القدیر ص ۱۴۱ ج ۱"۔

الزبیر رضؓ قال ما بالُ اناسٍ اعمی اللّٰہ قلوبھم کما اعمی ابصارھم یقولون بحل نکاح المتعۃ ویعرض بابن عباس رضؓ لانہ کف بصرہ فقال ابن عباس رضؓ انک جلف جاف لقد رأیت امام المتقین یجیزہ فقال لہ ابن الزبیر واللّٰہ ان فعلتہ لارجمنک فظاھر ان ابن عباس لم یبلغہ النسخ فلما بلغہ عدل عن رایہ [1]

حضرت ابنِ زبیرؓ نے فرمایا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہے کہ جن کے دل اور آنکھیں اللہ نے اندھی کر دی ہیں وہ متعہ کے جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ اِس سے مراد اُن کی حضرت ابنِ عباس رضؓ تھے۔ کیونکہ حضرت ابنِ عباس رضؓ اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ حضرت ابنِ زبیرؓ کو جواب دیا کہ تم اکھڑ آدمی معلوم ہوتے ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے متعہ کی اجازت فرمائی ہے حضرت ابنِ زبیر رضؓ نے کہا۔ خدا کی قسم! اگر تم ایسا کرو گے تو مَیں تمہیں رجم کر دوں گا۔ یہاں سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حضرت ابنِ عباس رضؓ کو متعہ کا منسوخ ہونا معلوم نہ تھا۔ پھر جب انہیں منسوخ ہونے کا علم ہو گیا تو انہوں نے اپنی سابقہ رائے سے رجوع کر لیا۔

مذکورہ بالا روایات سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضؓ نے جوازِ متعہ کے فتویٰ سے بعد میں رجوع فرما کر دیگر صحابہؓ کی طرح اسے تا قیامت حرام سمجھنے لگے تھے۔ اور قبل ازیں جو انہوں نے

[1] "کتابُ الفقہ علی مذاہب الاربعۃ ص ۹۱، ج ۴۔" ٭

حلت کا فتویٰ دیا تھا۔ وہ بھی عام حالات میں نہیں بلکہ غزوات کے موقع پر حالتِ سفر میں مجبوری کی صورت میں تھا۔ جیسا کہ اضطراری صورت میں مُردار، خون اور خنزیر کا گوشت مُباح ہوتا ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ نے اُسے کبھی بھی نکاح کی طرح مباحِ مطلق اور عام حالات میں معمول بہ بنا لینے کا فتویٰ نہیں دیا تھا۔ چنانچہ حضرت سعید بن جُبیرؒ بھی حضرت ابنِ عباس رضؓ سے یہی نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:-

قلت [1] لابن عباس رضؓ لقد سارت بفتیاک الرکبان وقالت فیھا الشعراء قال وما قالوا؟ قلت قالوا۔

[2]

قد قلت للشیخ لما طال مجلسہ
یا صاح ھل لک فی فتیا ابن عباس
ھل لک رخصۃ الاطراف آنسۃ
تکون مثواک حتی مصدر الناس
فقام خطیباً سبحان اللّٰہ واللّٰہ ما بھذا افتیت

میں نے حضرت ابنِ عباسؓ سے عرض کیا۔ آپ کے فتویٰ کو قافلے (چاروں طرف) لے گئے۔ اور شاعروں نے بھی اس فتویٰ کی بابت شاعری کی۔ فرمایا شاعروں نے کیا کہا؟ میں نے عرض کیا یہ شعر نظم کئے۔
جب شیخ کا قیام طویل ہو گیا تو میں نے اُس سے کہا۔ میرے دوست کیا ابنِ عباس رضؓ کے فتویٰ پر چلنے کی آپ کو خواہش ہے؟ کیا نازک نرم انگلیوں والی خاتون کی آپ کو

[1] (i) "نصب الرایۃ ص ۱۸۱، ج ۳۔" ٭
(ii) "نیل الاوطار ص ۱۳۵، ج ۶۔" ٭
(iii) "کتاب الاعتبار ص ۳۳۶" (iv) "مغنی ابنِ قدامہ ص ۵۷۲، ج ۷"

وما هي الا كالميتة والدم ولحم الخنزير لا تحل الا للمضطر	ضرورت ہے، جو واپسی کے وقت آپ کے لئے مرکزِ قیام رہے۔ حضرت ابنِ عباس رض نے کھڑے

ہو کر خطبہ دیا فرمایا۔ سبحان اللہ! میں نے تو اس کا فتوی نہیں دیا۔ متعہ تو بس ایسا ہی ہے جیسے مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت مجبوری کے علاوہ کسی کے لئے جائز نہیں ؎

۱۳:- امام خطابیؒ اور سید سابقؒ نے حضرت ابنِ عباس رض کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں:-

فقال ابن عباس[1] انا لله وانا اليه راجعون والله ما بهذا افتيت ولا هذا اردت ولا احللت الا مثل ما احل الله الميتة والدم ولحم الخنزير ولا تحل الا للمضطر وما هي الا كالميتة والدم ولحم الخنزير	حضرت عبداللہ بن عباس رض نے سن کر انا للہ پڑھا۔ اور فرمایا واللہ! میں نے نہ کبھی اس کا ارادہ کیا۔ اور نہ اس کا فتوی دیا۔ میں تو اسے ایسے ہی سمجھتا ہوں جیسے لاچار کے لئے اللہ تعالیٰ نے مردار، خون، اور لحم خنزیر حلال کیا ہے۔ ؎

؎ ؎ ؎ ؎ ؎

[1] معالم السنن ص ۱۸، ج ۳ ؎
فقہ السنۃ ص ۴۳، ج ۲ ؎

۱۴:- قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:-

حضرت ابنِ ابی عمرہ انصاری نے فرمایا۔ آغازِ اسلام میں مجبور شخص کے لئے متعہ کی اجازت تھی۔ جیسے مردار، خون اور خنزیر کے گوشت کی۔ پھر اللہ نے دین کو محکم کر دیا۔ اور متعہ کی ممانعت فرما دی۔ بیہقیؒ نے زہری کا قول نقل کیا ہے۔

کہ انتقال سے پہلے حضرت ابنِ عباس رض نے حلتِ متعہ کے قول سے رجوع کر لیا تھا۔ ابو عوانہ نے صحیح میں بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔

الغرض حضرت ابنِ عباس رض کے متعلق جس قدر بھی ہم نے روایات و آثار پیش کئے ہیں۔ ان کے پیشِ نظر کوئی بھی جسے علم کی تھوڑی سی شد بد ہو۔ اور عقل و حواس کچھ کام کر رہے ہوں تو حضرت ابنِ عباس رض کو لاچاری، مجبوری اور سفری حالت کے بغیر ہمیشہ کے لئے مطلق حلتِ متعہ کا قائل قرار دینے کی جسارت نہیں کرے گا۔

اگر شیعہ حضرات نے حضرت ابنِ عباس رض کے فتوی سے فائدہ اٹھانا ہی ہے تو کم از کم متعہ کرتے کراتے وقت مردار، خون اور خنزیر کی طرح سمجھ کر فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ کیونکہ حضرت ابنِ عباس رض رجوع سے قبل متعہ کو ایسا ہی سمجھتے تھے۔

[1] "تفسیر مظہری ص ۳۳، ج ۳" ؎

؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎ ؎
؎ ؎ ؎ ؎ ؎

حرمتِ متعہ پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا اجماع ہے!

متعہ کی حرمت چونکہ کتاب وسنت کی نصوصِ صریحہ سے ثابت ہے بدیں وجہ تمام صحابہ رضا اس کی حرمت کے قائل تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رض سے متعہ کے متعلق سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا:۔

بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللّٰهِ فَقَرَأَتْ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ۝ إِلَّا عَلٰى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ الخ۔	میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہی فیصل موجود ہے۔ پھر انہوں نے سورۃ المؤمنون کی آیت تلاوت کی۔ اس آیت میں اللہ

تعالےٰ نے حلتِ جماع کو دو چیزوں (یعنی زوجیت اور ملک یمین) میں منحصر کر دیا ہے۔ ان دو صورتوں کے علاوہ کوئی تیسری صورت حلتِ جماع کے لئے موجود نہیں ہے۔ ممتوعہ عورت چونکہ ان دونوں میں سے کسی میں شامل نہیں لہذا اس سے جماع کرنا زنا متصور ہوگا۔

علامہ ابو بکر جصاصؒ احکام القرآن میں فرماتے ہیں:۔

حلتِ متعہ کے قائلین نے قرآنِ پاک کی اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی

؎ بیہقی ص ۲۰۶، ج ۷۔

لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ أَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ (المائدہ)	حلال کردہ پاک چیزوں کو حرام نہ کرو۔ اور نہ حد سے بڑھو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔

وجہِ استدلال اس طرح ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

ہم حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ غزوات میں جایا کرتے تھے۔ اور ہماری بیویاں ہمارے ساتھ نہیں ہوتی تھیں۔ بدیں وجہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم سے خصی ہونے کی اجازت طلب کی۔ تو آپ نے اس سے منع فرمایا۔ اور متعہ کی اجازت مرحمت فرمائی۔ پھر مذکورہ آیت کی تلاوت کی ؎

اس سے ثابت ہوا کہ متعہ اللہ کی حلال کردہ طیبات میں سے ہے۔ اولاً اس کا جواب یہ ہے کہ

مذکورہ آیت کا شانِ نزول صحیح روایات کے مطابق حلتِ متعہ نہیں۔ بلکہ شانِ نزول یہ ہے کہ:۔

"چند جلیل القدر صحابہؓ جن میں حضرت صدیقؓ، حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی شریک تھے۔ حضرت عثمان بن مظعون رض کے گھر میں جمع ہوئے۔ اور یہ فیصلہ کیا۔ کہ آئندہ کے لئے وہ ہمیشہ روزہ رکھا کریں گے۔ ساری رات قیام میں گزاریں گے۔ بستروں پر نہیں سوئیں گے عورتوں اور خوشبو سے بالکل اجتناب کریں گے۔ اونی لباس پہنیں گے۔

اور دنیا سے قطعِ تعلق کرلیں گے۔

رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ نے انہیں بلا کر یہ بصیرت افروز ارشاد فرمایا کہ مجھے ان باتوں کا حکم نہیں دیا گیا۔

اِنَّ لِاَنْفُسِکُمْ عَلَیْکُمْ حَقًّا فَصُوْمُوْا وَاَفْطِرُوْا وَقُوْمُوْا وَنَامُوْا فَاِنِّیْ اَقُوْمُ وَاَنَامُ وَاَصُوْمُ وَاُفْطِرُ وَاٰکُلُ اللَّحْمَ وَالدَّسَمَ وَاٰتِی النِّسَآءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔

(کشاف)

اے میرے صحابہ رضہ! تمہارے نفسوں کا بھی تم پر حق ہے۔ اس لئے روزے بھی رکھو اور افطار بھی کرو۔ اور راتوں میں جاگ کر عبادت بھی کرو۔ اور آرام سے سوؤ بھی۔ کیونکہ میں رات کو جاگتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ گوشت اور گھی بھی کھاتا ہوں۔ اور اپنی ازواج سے مقاربت بھی کرتا ہوں۔ (یہ میرا طریق کار اور سنت ہے) جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ میرے طریقے پر نہیں۔

ثانیاً:۔ اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ اس آیت کا شانِ نزول حلتِ متعہ کے لئے ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ:۔

یہ آیت مُتعہ کی حرمت سے قبل کی ہے۔ بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے تا قیامت حرام کر دیا تھا۔ (اس سلسلے کی روایات ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔) ہمیں اس بات سے انکار نہیں کہ یہ کسی وقت حلال تھا پھر حرام ہوگیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ کی مذکورہ روایت جس سے اِباحت ثابت کی جاتی ہے اس میں تاریخ کا

تعین نہیں ہے۔ لہٰذا یہ ماننا پڑے گا کہ حرمت کی روایات اِباحت کے بعد کی ہیں۔

اور اگر حرمت و اِباحت کا مساوی درجہ بھی مان لیا جائے تب بھی حرمت، اباحت سے زیادہ اَولیٰ ہے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں حرمت و اباحت کے دلائل متعارض ہوں تو حرمت پر عمل کرنا زیادہ اَولیٰ ہوتا ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ متعہ کو مباح کرتے وقت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ آیت کو تلاوت کرنا۔ تو اس کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔

۱:۔ یا تو آپ کی مُراد خصی ہونے سے منع کرنا۔ اور نکاح مباح کو حرام کرنا ہوگا۔ یا

۲:۔ آپ کی مراد متعہ ہی تھی لیکن اس وقت جب کہ یہ حلال تھا۔ چنانچہ خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ:۔

"طلاق، عدت، میراث کی وجہ سے متعہ منسوخ ہوگیا۔"

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ پہلے متعہ کا حلال ہونا سب کو معلوم تھا۔ اگر متعہ منسوخ نہ ہوتا بلکہ اس کی اباحت باقی رہتی۔ تو یہ عمومِ حاجت کی بنا پر تواتر کی حد تک مشہور و معروف ہونا چاہیئے تھا۔ اور خاص و عام سب کو اس کا علم ہونا چاہیئے تھا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ نیز اگر اس کی اباحت باقی ہوتی تو صحابہ رضہ کا اس کی حرمت پر اجماع نہ ہوتا۔ جب ہم صحابہ رضہ کو دیکھتے ہیں تو وہ متعہ کی اباحت

کا انکار کرتے ہیں۔ تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ پہلے متعہ مباح تھا پھر تا قیامت حرام ہو گیا۔ اور سبھی جانتے ہیں کہ متعہ کی نکاحِ شرعی جیسی پوزیشن نہیں ہے۔ کیونکہ نکاحِ شرعی کی اباحت میں کبھی کسی نے اختلاف نہیں کیا۔

اور یہ بھی سبھی کو معلوم ہے کہ متعہ کی ضرورت اگر نکاحِ شرعی کی طرح ہوتی تو متعہ بھی ضرورت و حاجت کی بنا پر مباح ہوتا۔ اور اس کی حلت، تواتر کے ساتھ منقول ہوتی۔ مگر ایسا نہیں ہے کیونکہ صحابہؓ میں سے سوائے ابنِ عباس رضؓ کے کسی بھی صحابہؓ نے حلتِ متعہ کا فتویٰ نہیں دیا۔ رہا حضرت ابنِ عباس رضؓ کا معاملہ تو انہوں نے بھی اس وقت رجوع کر لیا جب ان کے ہاں صحابہ رضؓ سے تواتر کی حد تک تحریمِ متعہ کی احادیث پہنچ گئیں۔

اور صحابہ رضؓ کے نزدیک متعہ کی حلت کا منسوخ ہونا اس روایت سے بھی ثابت ہوتا ہے جو حضرت عمر رضؓ سے منقول ہے۔ آپ رضؓ نے دورانِ خطبہ فرمایا:-

مُتْعَتَانِ كَانَتَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَنَا اَنْهٰى عَنْهُمَا وَاُعَاقِبُ عَلَيْهِمَا [1]	رسولِ پاک ؐ کے زمانہ میں دو متعے تھے۔ اب میں ان دونوں سے منع کرتا ہوں۔ اور جو کوئی اُن کا ارتکاب کرے گا اُسے سزا دوں گا۔

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں۔ آپ رضؓ نے فرمایا:-

[1] " احکام القرآن ج ۲، ص ۱۵۲۔ " ؎

لَوْ تَقَدَّمْتُ فِيْهَا لَرَجَمْتُ	اگر میں نے روکنے کا پہلے سے واضح اعلان کیا ہوتا۔ تو اب

اس کی خلاف ورزی کرنے والے کو رجم کرنے کا حکم دیتا۔

حضرت عمر رضؓ کے اس فرمان سے دو باتوں میں سے ایک بات ثابت ہوتی ہے۔ یا تو متعہ کی اباحت کا صحابہؓ کو علم تھا۔ بایں ہمہ حضرت عمر رضؓ کے منع کرنے پر اُن کی رائے سے انہوں نے اتفاق کیا۔ حالانکہ یہ قطعاً ناممکن ہے۔ کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ صحابہ رضؓ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے حکم کی صریحاً خلاف ورزی کی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اصحابہؓ کی مدح میں فرماتے ہیں:-

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)	تم بہترین اُمت ہو۔ جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے۔ کیونکہ تم نیک کاموں کا حکم کرتے ہو۔ اور بُرے کاموں سے روکتے ہو۔

تو ان سے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے فرمان کی مخالفت کیسے متصور ہو سکتی ہے۔ کیونکہ آپؐ کی مخالفت مُؤدِّی الی الکفر اور انسلاخ عنِ الاسلام ہے۔ کیونکہ جس شخص کو یہ علم ہے کہ متعہ حضور پاک ؐ نے مباح کیا ہے پھر وہ اسے منسوخ مانے بغیر اس کی حرمت کا قائل ہو جائے تو وہ ملتِ اسلامیہ سے خارج ہو جائے گا۔

جب یہ تمام باتیں صحابہ رضؓ میں ناممکن ہیں تو ہم یقین اور علیٰ وجہِ البصیرت کہتے ہیں کہ متعہ کی اباحت کے بعد اس کی حرمت کے قائل ہوئے ہیں۔ اسی بنا پر وہ حضرت فاروقِ اعظم رضؓ کے روکنے پر تمام صحابہ رضؓ

نے کسی قسم کا انکار کئے بغیر آپؓ کی موافقت کی۔ اور اگر صحابہؓ کے ہاں متعہ کا منسوخ ہونا ثابت نہ ہوتا تو حضرت عمرؓ کے اعلان پر وہ کبھی خاموش نہ رہتے:

وَفِیْ[1] ذٰلِكَ دَلِیْلٌ عَلٰی اِجْمَاعِهِمْ عَلٰی نَسْخِ الْمُتْعَةِ اِذْ غَیْرُ جَائِزٍ حَظْرُ مَا اَبَاحَهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا مِنْ طَرِیْقِ النَّسْخِ

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ متعہ کے منسوخ ہونے پر تمام صحابہؓ کا اجماع ہے۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ جس چیز کو آپ مباح قرار دیں تو اس سے روکا جائے۔ ہاں! اگر اسے منسوخ سمجھ کر روکا جائے تو یہ الگ صورت ہے:

امام طحاوی علیہ الرحمت متعہ کے حرام ہونے کی ادلّہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:-

فَهٰذَا[2] عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَدْ نَهٰی عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ بِحَضْرَةِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ یُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَیْهِ مِنْهُمْ مُنْكِرٌ وَفِیْ هٰذَا دَلِیْلٌ

حضرت عمر فاروق رضؓ نے مُتعۃ النساء سے اصحابِ رسولؐ کی موجودگی میں روکا۔ اور سب نے سکوت اختیار کیا۔ اور اُن میں سے کوئی بھی اُن کے روکنے اور منع کرنے پر معترض نہ ہوا۔ یہ

[1] "احکام القرآن للجصاص ج ۲، ص ۱۵۲۔"

[2] "شرح معانی الآثار ص ۲۷، ج ۲۔"

عَلٰی مُتَابَعَتِهِمْ لَهٗ عَلٰی مَا نَهٰی عَنْهُ مِنْ ذٰلِكَ وَفِیْ اِجْمَاعِهِمْ عَلَی النَّهْیِ فِیْ ذٰلِكَ عَنْهَا دَلِیْلٌ عَلٰی نَسْخِهَا وَحُجَّةٌ۔

دلیل ہے اس بات کی کہ تمام صحابہؓ بھی حضرت عمرؓ کے نظریہ پر ہی تھے۔ متعہ کے ممنوع وحرام ہونے پر صحابہؓ کا اجماع متعہ کے منسوخ ہونے پر دلیلِ قاطع اور برہانِ واضح ہے:

شیخ محمد علی صابونی فرماتے ہیں:- کہ

ان[1] عمر رضی اللہ عنہ حرمھا وھو علی المنبر ایام خلافتہ واقرہ الصحابۃ رضی اللہ عنہم وما کانوا لیقروہ علی خطأ لو کان مخطئاً فکان ذلک منہم اجماعاً۔

حضرت فاروقِ اعظم رضؓ نے اپنے دورِ خلافت میں منبر پر کھڑے ہو کر متعہ کی حرمت کا اعلان فرمایا تو صحابہؓ نے اس کی تصدیق کی۔ اگر حضرت عمرؓ غلطی پر ہوتے تو صحابہؓ کبھی بھی ان کی تصدیق و توثیق نہ فرماتے۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ حُرمتِ متعہ پر تمام صحابہؓ کا اجماع ہے۔

فقہائے حنبلیہ میں سے مشہور ابنِ قدامہ، نکاحِ متعہ کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:-

[1] "روائع البیان تفسیر آیات الاحکام من القرآن، ص ۴۵۹، ج ۱"

نیز فقہ السنۃ ص ۴۲، ج ۲)

[1]فهذا نكاح باطل نص عليه احمد فقال نكاح المتعة حرام - وهذا قول عامة الصحابة والفقهاء

نکاحِ متعہ باطل ہے۔ امام احمد بن حنبل رح نے صراحتاً اس کی حرمت کا فتوی دیا ہے۔ یہی مسلک تمام صحابہ رض اور فقہاء دین کا ہے۔"

فقہ حنفیہ کی مشہور درسی کتاب ھدایہ میں ہے:-

[2]ثبت النسخ باجماع الصحابة وابن عباس صح رجوعه الى قولهم فتقرر الاجماع

نسخِ متعہ پر تمام صحابہ رض کا اجماع ہے۔ اور حضرت ابن عباس رض بھی اپنے سابقہ فتوی سے رجوع کر کے نسخِ متعہ کے قائل ہو گئے تھے۔

جس سے ثابت ہوا کہ متعہ کی حرمت پر تمام صحابہ رض متفق ہیں۔

ابن عربی فرماتے ہیں کہ:-

[3]وقد كان ابن عباس يقول بجوازها ثم ثبت رجوعه عنها فانعقد الاجماع على تحريمها فاذا فعلها احد رجم في المذهب المشهور

حضرت عبداللہ بن عباس رض متعہ کے جواز کے قائل تھے۔ لیکن بعد ازاں انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا۔ اب متعہ کی حرمت پر تمام امت کا اجماع ہے۔ لہذا اب جو کوئی اس فعل کا مرتکب ہوگا

۱؎ " مغنی مع شرح الکبیر ص ۵۷۱، ج ۷ " ۲؎ کتاب النکاح ص ۲۹۳، ج ۲ -" ۳؎ " بحوالہ تفسیر قرطبی ص ۱۳۲، ج ۵ -" ۞

اُسے رجم کر دیا جائے گا۔

عبدالرحمن بن نعیم الاعرجی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میری موجودگی میں حضرت عبداللہ بن عمر رض سے کسی نے متعہ کے متعلق سوال کیا تو وہ بڑے غضبناک ہوئے۔ اور فرمانے لگے:-

[1]وَاللّٰهِ مَا كُنَّا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زُنَاةً وَّلَا مُسَافِحِيْنَ

اللہ کی قسم! ہم زمانہ رسالت مآب میں زانی اور بدکار نہیں تھے۔ ۞ ۞ ۞

اس سے معلوم ہوا کہ متعہ حرام ہونے کے بعد صحابہ رض اس فعل کو زنا اور بدکرداری گردانتے تھے۔

نافع حضرت عبداللہ بن عمر رض سے روایت کرتے ہیں:-

[2]اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ مُتْعَةِ النِّسَآءِ فَقَالَ حَرَامٌ اَمَا اِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رض لَوْ اَخَذَ فِيْهَا اَحَدًا لَرَجَمَهٗ بِالْحِجَارَةِ

آپ سے متعۃ النساء کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمانے لگے یہ حرام ہے۔ اگر حضرت عمر رض اس فعل کا ارتکاب کرنے والے کسی مجرم کو پکڑ لیتے تو سنگسار کروا دیتے۔"

مولانا خلیل احمد صاحب لکھتے ہیں کہ:-

۱؎ " الفتح الربانی ج ۱۶، ص ۱۹۱ -" ۞

۲؎ " السنن الکبری ص ۲۰۶، ج ۷ -" ۞

اختلف الصحابۃ فقال بعضھم باباحتھا لعدم بلوغھم النسخ ثم رجعوا عن الاباحۃ وقالوا بحرمتھا فانعقد الاجماع علی حرمتھا الا قوم من الروافض قالوا باباحتھا والعجب منھم کیف قالوا باباحتھا وھم ینسبون الی علی بن ابی طالب رضؓ وقد ثبت عنہ حرمتھا المؤبدۃ فما ھی الا النزغۃ الشیطانیۃ والھوی النفسانیۃ التی حملتھم علی ذلک [1]

متعہ کے بارے میں صحابہ کا اختلاف تھا۔ بعض (کچھ عرصہ کے بعد) اس کی اباحت کے قائل رہے۔ لیکن جب ان کو اس کے منسوخ ہونے کا علم ہو گیا۔ تو انہوں نے حلت کے فتویٰ سے رجوع کر لیا۔ اور حرمت متعہ کے قائل ہو گئے۔ لہٰذا متعہ کے حرام ہونے پر اُمت کا اجماع منعقد ہو گیا۔ سوائے روافض کے وُہ اُس کی حلت کے اب بھی قائل ہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے۔ کہ شیعہ حضرات باوجود شیعانِ علی رضؓ کا مُدعی ہونے کے مُتعہ کی حلت کے قائل ہیں۔ حالانکہ حضرت علی رضؓ اسے تاقیامت حرام سمجھتے ہیں۔ لہٰذا یہ لوگ شیعانِ علی نہیں ہیں۔ بلکہ شیطانی وسوسہ و خیالات کے پیروکار اور ہوائے نفسانی کے شکار ہیں۔

خلاصہ:۔

اجماعِ صحابہ رضؓ کے سلسلہ میں ائمہ اہل سنّت کی کتبِ احادیث اور کتب فقہ سے متعدّد عبارتیں ہم نے نقل کی ہیں جنہیں پڑھ کر کوئی شخص بھی یہ کہنے کی جسارت نہیں کر سکتا کہ تمام صحابہ رضؓ متعہ کے قائل و عامل تھے۔ ایسا کہنا حقیقت کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔ مگر

[1] بذل المجھود شرح ابوداؤد ص ۱۶ ج ۴۔" ؛

افسوس ہے کہ ہمارے فاضل (شیعہ) دوست سید بشیر حسین شاہ صاحب فاضل اور صدر مرکزِ تحقیقاتِ اسلامیہ کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہونے کے باوجود کتبِ اہلِ سنت کی مذکورہ عبارات سے یکسر بے خبر و بے علم ہیں۔ تب ہی تو انہوں نے تمام صحابہ رضؓ کو کتبِ اہلِ سُنّت سے متعہ کے قائل و عامل ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

صحابہ رضؓ پر اتنے بڑے افتراء و بہتان کی دو ہی وجہیں ہماری سمجھ میں آتی ہیں۔ یا تو ہمارے فاضل دوست علم سے تہی دست ہونے کی وجہ سے کتبِ اہلِ سنت سے نابلد ہیں۔

۲:۔ یا پھر انہیں اس بات کا علم تو ہے کہ تمام صحابہ رضؓ متعہ کو حرام سمجھتے تھے لیکن بایں ہمہ اس کے برعکس صحابہ رضؓ پر متعہ کے قائل و عامل ہونے کا الزام لگا کر تقیہ جیسی افضل و اعلیٰ عبادت کا ثواب حاصل کر رہے ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ مؤخر الذکر وجہ ہی شائد اصل ہو۔ کیونکہ شیعہ مذہب میں تقیہ کو بڑی اہمیت اور وقعت حاصل ہے۔ کہ دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ کافی کلینی کے الفاظ یہ ہیں:۔

تسعۃ اعشار الدین فی التقیۃ ولا دین لمن لا تقیۃ لہٗ [1]	تقیہ دین کے نو حصے ہے۔ اور جو تقیہ نہ کرے اس کا دین نہیں۔

ہمارے کرم فرما سید صاحب اگر اصل حقیقت کا اعلان کرتے تو لا دین لمن لا تقیۃ لہٗ کے

[1] " اصول کافی، ص ۲۱۷، ج ۲۔" ؛

بموجب دین سے خارج ہو جاتے۔ تب ہی تو انہوں نے تقیہ پر عمل کرتے ہوئے تمام صحابہ رضؓ کو متعہ کا قائل و عامل ٹھہرایا ہے۔ ؏

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

حرمتِ متعہ کی ایک اور دلیل

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:۔

ہم لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں ہوتے تھے اور جوان تھے۔ ہمارے ساتھ عورتیں بھی نہ تھیں۔ ایک دفعہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اجازت ہو تو ہم لوگ خصی ہو جائیں۔ حضور صؐ نے منع فرمایا اور کپڑا دے کر ایک مدت تک نکاح کرنے کی رخصت دی[1]۔

مذکورہ حدیث میں قابلِ غور بات یہ ہے کہ اگر قرآن مجید کے نکتۂ نظر سے متعہ جائز و روا ہوتا اور صاحبِ نبوت نے اس کی اجازت دی ہوتی تو صحابہ رضؓ اس قدر مجبور ہو کر آپؐ سے خصی ہونے کی اجازت طلب نہ کرتے۔ کیونکہ ان کے پاس قضائے شہوت کا آسان نسخہ بصورتِ متعہ موجود تھا۔ تو پھر اندیشۂ گناہ کا خطرہ ہی بے معنی ہے۔ صحابہؓ کے سوال سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ متعہ، مثل نکاحِ شرعی کے نہیں ہے۔ نکاحِ شرعی کے لئے کسی صحابی رضؓ نے کسی وقت بھی آپؐ سے

[1] " مسلم شریف ص ۴۵۰، ج ۱ " ؎

اجازت طلب نہیں کی۔ اور متعہ جتنی دفعہ بھی مباح ہوا نہایت مجبوری اور اضطرار کی حالت میں ہوا۔

اگر متعہ کی حلت نکاحِ شرعی جیسی ہوتی تو صحابہ رضؓ آپؐ سے قطعاً خصی ہونے کی اجازت طلب نہ کرتے۔ اور بوقتِ ضرورت متعہ کے ذریعہ شہوت پوری کر لیتے۔ لہٰذا صحابہ رضؓ کا سوال کرنا ہی اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ متعہ حرام ہے۔ اور اس کی حلت عارضی اور بوجۂ اضطرار و لاچاری تھی۔ چنانچہ

امام ابو حاتم البستی اپنی صحیح میں اسی حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔

قولهم للنبي صلى الله عليه وسلم الا نستخصي دليل على ان المتعة كانت محظورة قبل ان ابيح لهم الاستمتاع ولو لم تكن محظورة لم يكن لسؤالهم عن هذا معنىً[1]

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا آپ سے خصی ہونے کی اجازت طلب کرنا یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ متعہ پہلے حرام تھا۔ اور اگر حرام نہ ہوتا تو صحابہ رضؓ کا سوال بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے ؎

؎ ؎ ؎ ؎

[1] تفسیر قرطبی ص ۱۳۰، ج ۵ " ؎

حضرت عمرؓ اور حرمتِ متعہ

شیعہ حضرات بغض وعناد کی بنا پر حرمتِ متعہ کی نسبت حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے حلال کیا تھا لیکن حضرت عمر رضؓ نے اسے حرام کر دیا۔ حالانکہ یہ الزام سرے سے غلط ہے۔

کیونکہ متعہ کی حرمت خود قرآنِ پاک کی نصوص اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح، صریح اور حدِ تواتر تک پہنچی ہوئی احادیث سے ثابت ہے۔ جن کا مفصل ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔

لہذا یہ کہنا کہ اسے حضرت عمر رضؓ نے حرام کیا۔ درست نہیں۔ حضرت عمر رضؓ اس حکم کے موجد نہیں تھے بلکہ صرف اسے نافذ، شائع اور مشتہر کرنے والے تھے۔ چونکہ یہ حکم حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ میں دیا تھا۔ اور عام لوگوں تک نہ پہنچا تھا۔ اس لئے حضرت عمر رضؓ نے اس کی عام اشاعت کی۔ اور بذریعہ قانون اسے نافذ کیا۔ چنانچہ اس کی تصدیق مندرجہ ذیل دلائل سے ہوتی ہے:۔

۱:۔ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے متعہ کا حرام ہونا متعدد احادیث سے ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر کوئی بھی منصف مزاج آدمی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو موجدِ حرمتِ متعہ نہیں گردانے گا۔

۲:۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ فرماتے ہیں کہ:۔

ہم لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے عہد میں ایک مٹھی بھر کھجور یا ایک مٹھی ستو پر متعہ کیا کرتے تھے۔ حتی کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے عمرو بن حریثؓ کے واقعہ[1] کے بعد بالکل منع کر دیا[2]

۳:۔ ابن ماجہ میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عمر رضؓ کے یہ الفاظ منقول ہیں:۔[3]

اِنَّہٗ خَطَبَ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَذِنَ لَنَا فِی الْمُتْعَۃِ ثَلَاثًا ثُمَّ حَرَّمَھَا وَاِنَّہٗ لَا اَعْلَمُ اَحَدًا تَمَتَّعَ وَھُوَ مُحْصَنٌ اِلَّا رَجَمْتُہٗ بِالْحِجَارَۃِ

حضرت فاروق اعظم رضؓ نے ایک دن خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا۔ نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے تین دن کے لئے متعہ مباح کیا۔ پھر بعد ازاں خود ہی آپؐ نے اُسے حرام بھی قرار دے دیا۔ واللہ! جس نے شادی شدہ ہو کر متعہ کیا تو میں اُسے پتھروں سے رجم کر دوں گا۔

[1] یشیر الی قول عمر فی قضیۃ عمرو بن حریثؓ لا نؤتی برجل تمتع وھو محصن الا رجمتہ ولا برجل تمتع وھو غیر محصن الا جلدتہ وقصۃ عمرو بن حریثؓ اخرجھا عبدالرزاق فی مصنفہ۔ (ص ۵۰۰، ج ۷) عن جابر قال قدم عمرو بن حریثؓ الکوفۃ فتمتع بمولاۃ فاتی بھا عمر حبلیٰ فسألہ فاعترف قال فذالک حین نہیٰ عنھا عمر (بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی ص ۱۹۱ ج ۱۶)

اس روایت میں یہ صراحت موجود ہے کہ متعہ خود حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم ہی نے حرام کر دیا تھا۔ حضرت عمر رض نے صرف یہ کیا کہ اسے قانوناً نافذ کیا۔ اور اس کی حرمت کی تشہیر کی۔ اس صراحت و وضاحت کے باوجود کوئی احمق سر پھرا اور معاند و متعصب ہی حضرت عمر رض کو متعہ کی حرمت کا موجد قرار دے گا۔ ورنہ جس شخص میں ذرا بھی عقل و حیا ہو گا وہ کبھی بھی خلیفہ ثانی رض، داماد علی رض کو ابتداءً متعہ سے روکنے والا اور اُسے حرام کرنے والا نہیں گردانے گا۔

۴:۔ حضرت عُروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

اِنَّ خَوْلَةَ بِنْتَ حَكِيْمٍ دَخَلَتْ عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَتْ اِنَّ رَبِيْعَةَ بْنَ اُمَيَّةَ اسْتَمْتَعَ بِامْرَاَةٍ مُوَلَّدَةٍ فَحَمَلَتْ مِنْهُ فَخَرَجَ عُمَرُ يَجُرُّ رِدَاءَهُ فَزِعًا فَقَالَ هٰذِهِ الْمُتْعَةُ وَلَوْ كُنْتُ تَقَدَّمْتُ فِيْهِ لَرَجَمْتُهُ

حضرت خولہ بنتِ حکیم رض نے حضرت عمر رض کو جا کر اطلاع دی کہ ربیعہ بن اُمیہ نے ایک عورت سے متعہ کیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں وُہ حاملہ ہو گئی ہے۔ حضرت عمر رض گھبراہٹ سے چادر کھینچتے ہوئے باہر نکلے۔ فرمانے لگے۔ اگر میں نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی متعہ سے نہی کی عام اشاعت کی ہوتی تو میں اُسے (ربیعہ کو) رجم کر دیتا۔

"حاشیہ از صفحہ نمبر ۶۳"، ۲ه "صحیح مسلم شریف ص ۴۵۱، ج ۱" ، مُصنف عبد الرزاق ص ۵۰۰، ج ۷)

۳ه "ابنِ ماجہ شریف ص ۱۴۲ جلد ۲)" (صفحہ ۶۴ کا حاشیہ ص ۶۵ پر دیکھئے)

۵:۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

ہمیں اس میں شک نہیں ہے کہ متعہ زمانۂ رسالت میں پہلے مباح تھا۔ پھر آپ نے فتحِ مکہ میں اسے ممنوع قرار دے دیا۔ پھر آپؐ نے اس کی اجازت نہیں دی تا آنکہ آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

حضرت عمرِ فاروق رض کا متعہ سے لوگوں کو روکنا درحقیقت سنّتِ رسول اللہ کی موافقت تھی۔ "اپنی طرف سے ایجاد نہیں تھا" ہم بھی اس بارے میں اُن کے ساتھ متفق ہیں۔

۶:۔ حضرت سالم بن عبد اللہ رض اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ:۔

صَعِدَ عُمَرُ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ رِجَالٍ يَنْكِحُوْنَ هٰذِهِ الْمُتْعَةَ وَقَدْ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا اَلَا وَاِنِّيْ لَا اُوْتٰى بِاَحَدٍ نَكَحَهَا اِلَّا رَجَمْتُهُ

حضرت عُمر رض منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ حمد و ثنا کے بعد فرمایا جو لوگ متعہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے پاس اس کا کیا جواز ہے؟ جب کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے مُتعہ سے منع کر دیا ہے۔ میں تمہیں آگاہ کرنے کے لیئے اعلانِ عام کرتا ہوں کہ جس کے متعلق

"صفحہ ۶۴ کا حاشیہ"، ۴ه "سُنن بیہقی ص ۲۰۶، ج ۷"

۵ه۔ "بیہقی شریف ص ۲۰۶، ج ۷۔"

۶ه۔ "سُنن کبریٰ ص ۲۰۶، ج ۷۔"

مجھے معلوم ہوا کہ اس نے متعہ کا ارتکاب کیا ہے تو اسے سنگسار کردوں گا ۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضرتِ عمرؓ نے بذاتِ خود ابتداءً اس فعلِ قبیح سے لوگوں کو نہیں روکا تھا ۔ بلکہ انہوں نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خود روکنے اور منع کرنے کی اتباع کرتے ہوئے لوگوں کو منع کیا تھا ۔

لہٰذا حضرتِ عمرؓ پر حرمتِ متعہ کا الزام لغو، مردود اور باطل ہے ۔

۷ ۔: صحیح بخاری شریف میں ہے :۔

قَالَ الْبُخَارِیُّ بَیَّنَ عَلِیٌّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ مَنْسُوْخٌ [56]	امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس بات کی وضاحت کی کہ متعہ کا

نسخ خود نبی پاک صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ۔

لہٰذا حضرت عمرؓ پر ابتداءً حرمت کا الزام بے بنیاد ہے ۔

۸ ۔: مغنی ابن قدامہ میں ہے :۔

الظاھر انہ انما قصد الاخبار عن تحریم النبی صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت عمرؓ کے فعل سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آپؐ کی تحریم اور نہی کی اشاعت کی

۵۶ ۔ " صحیح بخاری شریف ص ۷۶۷، ج ۲ ۔ " ٭

۵۷ ۔ " مغنی ابن قدامہ ص ۵۷۳، ج ۷ ۔ " ٭

لھا و نھیہ عنھا اذ لا یجوز ان ینھی عما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اباحہ و بقی علی اباحتہ	ہے ۔ کیونکہ یہ تو ناممکن ہے کہ جس کو آپؐ مباح قرار دیں ۔ اور اس سے حضرت عمرؓ لوگوں کو روکیں ۔ ٭

حرمتِ متعہ اور حدیثِ عمران بن حصینؓ

جناب شیعہ فاضل نے حلتِ متعہ پر حدیثِ عمران بن حصینؓ سے بھی استدلال کیا ہے ۔ جس کے الفاظ یہ ہیں :۔

[58] اُنزلت آیۃ المتعۃ فی کتاب اللہ ففعلناھا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و لم ینزل قرآن یحرمہ و لم ینہ عنھا حتی مات قال رجل برأیہ ما شاء	کتاب اللہ میں آیتِ متعہ نازل ہوئی ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تمتع کیا اور قرآن میں نہ اس کی حرمت نازل ہوئی اور نہ اس سے منع کیا گیا ۔ لیکن ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا ۔

اس حدیث سے استدلال اس طرح کیا گیا ہے کہ یہاں رَجُلٌ سے مراد حضرت عمرؓ ہیں ۔ اور بقول حضرت عمران بن حصینؓ صحابہ کرام رضؓ

۵۸ " بخاری شریف ص ۶۴۸ ۔ ج ۲ کتاب التفسیر ۔ " ٭

آپ کے زمانہ میں متعہ کیا کرتے تھے لیکن حضرت عمر رضؓ نے محض اپنی رائے سے لوگوں کو متعہ سے روک دیا۔

مگر اس حدیث سے استدلال کرکے متعۃ النساء کی حلت ثابت کرنا باطل و مردود ہے۔ مقام افسوس ہے کہ شیعہ فاضل نے تمتعنا کے لفظ سے دھوکا کھا کر متعۃ الحج کی بجائے متعۃ النساء سمجھ لیا۔ حالانکہ اس سے حج تمتع مراد ہے۔ متعۃ النساء نہیں۔

چنانچہ بخاری شریف میں یہ روایات دو مقام پر آتی ہے۔ ملاحظہ ہو:-

۱:- کتاب المناسک باب التمتع علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۱۳ ج ۱۔

۲:- کتاب التفسیر باب قولہ فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج ص ۶۴۸ ج ۲۔

دونوں مقامات پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو باب قائم کئے ہیں انہیں دیکھ کر خود بخود یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ حدیث عمرانؓ کو متعۃ النساء سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہاں متعہ سے مراد متعۃ الحج ہے۔ نہ کہ متعۃ النساء۔

شیعہ فاضل نے چونکہ بخاری شریف کے مذکورہ (دونوں) مقام نہیں دیکھے۔ بدیں وجہ انہوں نے فاروق اعظم رضؓ پر الزام لگا دیا کہ متعہ سے ابتداءً انہوں نے ہی لوگوں کو روکا تھا۔

ہم دوستانہ اور مخلصانہ مشورہ دیں گے کہ جب دوسرے مسلک کی کتب سے حوالہ دینا ہو تو ادھر ادھر کے رسالہ جات دیکھ کر مکھی پر مکھی

مارنے کی بجائے اصل کتاب تک رسائی حاصل کرنی چاہیئے تاکہ بعد میں حوالہ جات کی غلطی سے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

یہی وجہ ہے کہ شیعہ فاضل نے بخاری شریف کا حوالہ بقید صفحہ نہیں دیا بلکہ جو صفحہ اور جزء تحریر کیا ہے وہ بھی غلط ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ انہوں نے یہ حدیث بخاری شریف سے نہیں دیکھی۔ اس کا ماخذ یا تو اردو کے عام قسم کے رسالہ جات ہیں یا پھر ابو علی طبرسیؒ کی تفسیر مجمع البیان ج ۵ ص ۳۲ ہے۔ اگر موصوف اصل ماخذ بتا دیتے تو ان کی ذمہ داری ختم ہو جاتی مگر موصوف نے رسالہ جات کے مصنفین یا ابو علی طبرسی کو پس پردہ رکھا۔ اور اپنی ذمہ داری پر بخاری شریف کا حوالہ دے دیا جو بالکل غلط ہے۔

یہی حدیث بعینہٖ مسلم شریف سے ملاحظہ فرمائیں:-

قال عمران بن حصین نزلت آیۃ المتعۃ فی کتاب اللہ یعنی متعۃ الحج وامرنا بہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم لم تنزل آیۃ تنسخ آیۃ متعۃ الحج ولم ینہ	حضرت عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ متعۃ الحج کی آیت قرآن میں اتری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کرنے کا حکم فرمایا۔ پھر کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جس سے متعۃ الحج منسوخ ہو جاتا۔ اور نہ خود رسول اللہ

واضح رہے کہ اصل غلطی ابو علی طبرسی کی ہے جنہوں نے اس لفظ متعہ سے دھوکا کھا کر یا تقیہ کرتے ہوئے اسے متعۃ النساء پر محمول کر دیا ہے۔ اور ہمارے فاضل شیعہ نے ان کی غلطی کو خواہ مخواہ بلا تحقیق اپنے سر لے لیا ہے۔

عنها رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى مات قال رجل برأيه بعد ما شاء ۔[۱]

صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ یہاں تک کہ آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ پھر فلاں شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا۔

یہ حدیث مُسلم شریف کی کتاب الحج باب جواز التمتع میں موجود ہے۔

مُسلم شریف کی یہ روایت بعینہٖ وہی بخاری والی روایت ہے جسے شیعہ فاضل نے نقل کیا ہے۔ اور اپنی کج فہمی کی بنا پر متعۃ النساء پر محمول کر لیا ہے حالانکہ مسلم میں اسی حدیث کے الفاظ کتنی صراحت کے ساتھ بتا رہے ہیں کہ یہاں متعۃ النساء نہیں بلکہ حج تمتع ہے۔ حدیث کے الفاظ اور کتاب میں ان کا محلِ وقوع دونوں فاضل مذکور کی جہالت پر ماتم کناں ہیں۔

ایک شُبہ کا اِزالہ :۔

الغرض حدیثِ عمران بن حصینؓ کو متعۃ النساء سے دُور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ متعۃ الحج سے حضرت عمرؓ نے کیوں روکا۔ جب کہ احادیث میں اس کے جواز کی وضاحت و صراحت موجود ہے تو اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ بلاشبہ احادیثِ رسول ؐ میں حج تمتع کے جواز کا ثبوت ملتا ہے۔ عہد نبوی ؐ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حجِ تمتع کیا بھی ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ کے پیشِ نظر کئی ایک مصالح

[۱] " صحیح مُسلم شریف ص ۴۰۳، ج ۱ ۔"

تھے۔ جن کی بنا پر آپؓ نے روکا۔ چنانچہ علماءِ کرام نے اس نہی کی کئی ایک توجیہات بیان کی ہیں :۔

۱:۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ حضرتِ عمرؓ کا خیال تھا کہ حج کے مہینوں میں صرف حج ہی ادا کیا جائے۔ اور باقی مہینوں میں عمرہ کیا جائے۔ اس طرح علیحدہ علیحدہ کرنے میں فضیلت زیادہ ہے۔ اور قرآن پاک نے حج اور عمرے کے اتمام کا حکم دیا ہے۔ اِتمام اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ دونوں کو الگ الگ ادا کیا جائے۔ چنانچہ تفسیر ابنِ کثیر میں ہے کہ :۔

بلغنا ان عمر قال فی قول الله واتموا الحج والعمرة لله من تمامهما ان تفرد كل واحد منهما من الآخر وان تعتمر فی غیر اشهر الحج ان الله یقول الحج اشهر معلومات[۲]

حضرتِ عمرؓ فرماتے ہیں اُن کا پُورا کرنا یہ ہے کہ ان دونوں کو الگ الگ ادا کیا جائے۔ اور عمرے کو حج کے مہینوں میں ادا نہ کیا جائے اس لئے کہ قرآنِ پاک میں ہے :۔ "اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ" حج کے مہینے مقرر ہیں۔

۲:۔ دُوسری وجہ یہ ہے کہ :۔

حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ بیت اللہ شریف پر وقت آباد رہے اور زائرین سال بھر آتے رہیں۔ اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب

[۲] " ابنِ کثیر ص ۲۰۷، ج ۱ ۔"

کرتے رہیں۔ چنانچہ:۔

امام قرطبی علیہ الرحمت فرماتے ہیں :۔

انما نھی عنہ لیستبع البیت مرتین او اکثر فی العام حتی تکثر عمارتہ بکثرۃ المزور لہ فی غیر الموسم [1]	حضرت عمر رضؓ نے حج تمتع سے اس لئے منع کیا تھا تاکہ موسم حج کے علاوہ سال بھر میں بھی لوگ بیت اللہ شریف کی زیارت کے لئے آتے رہیں۔ اور اللہ سے اپنے

گناہوں کی معافی طلب کرتے رہیں۔ اور بیت اللہ شریف ہر وقت کثرتِ زائرین کی وجہ سے آباد رہے۔

۳:۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ مکہ والوں کی خیر خواہی اور بھلائی مقصود تھی۔ کیونکہ اگر سال کے مختلف دنوں میں لوگ عمرہ کرنے کے لئے آتے رہیں تو انہیں اس طرح اقتصادی طور پر فائدہ ہے۔ زائرین کچھ اپنے ملک کی اشیاء یہاں آ کر فروخت کریں گے اور کچھ یہاں کی چیزیں خرید کر لے جائیں گے۔ اس طرح خرید و فروخت اور اشیاء کے تبادلے سے مکہ والوں کا فائدہ ہے۔

چنانچہ یوسف بن ماہک فرماتے ہیں :۔

انما نھی عمر رضؓ عن المتعۃ لمکان اھل البلد [2]	حضرتِ عمر رضؓ نے جو حجِ تمتع سے روکا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ

له۔ "تفسیر قرطبی ص ۳۸۸، ج ۲۔"

٢ه۔ "تفسیر قرطبی ص ۳۸۸، ج ۲۔"

لیکون موسمان فی عام فیصیبھم من منفعتھما [3]	آپ چاہتے تھے کہ لوگ حج کے ایام کے علاوہ سال کے دوسرے

دنوں میں بھی آئیں۔ اور مکہ والے حج اور عمرہ دونوں کے فوائد سے بہرہ ور ہوں۔

۴:۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضؓ نے اپنے دورِ خلافت میں یہ محسوس کیا کہ لوگ سہولت و آسانی کی وجہ سے حج کی اقسام ثلاثہ میں سے صرف حجِ تمتع پر ہی زیادہ عمل کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے لوگوں کو اس سے منع کیا۔ کیونکہ اگر منع نہ کرتے تو حج کی باقی دونوں قسمیں (افراد و قران) متروک ہو کر رہ جاتیں۔ حالانکہ جس طرح تمتع سنت سے ثابت ہے اسی طرح یہ دونوں قسمیں بھی سنتِ رسول ﷺ سے ثابت ہیں۔

۵:۔ پانچویں وجہ وہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضؓ کے استفسار پر حضرتِ عمر رضؓ خود بیان فرمائی :۔

قَالَ عُمَرُ رضؓ قَدْ عَلِمْتُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ فَعَلَہٗ وَ اَصْحَابُہٗ وَلٰکِنِّیْ کَرِھْتُ اَنْ یَّظَلُّوْا مُعَرِّسِیْنَ	مجھے معلوم ہے جو کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضؓ نے تمتع کیا ہے لیکن میں اس بنا پر مکروہ سمجھتا ہوں کہ لوگ اپنی عورتوں سے شب باشی کرنے کے بعد

له۔ "تفسیر قرطبی ص ۳۱۸، ج ۲۔"

٣ه۔ "الفتح الربانی ص ۱۶۱ ج ۱۱" "۱۱ کا حاشیہ صد پر ہے۔"

فِي الْإِدْرَاكِ ثُمَّ يَرُوحُونَ بِالْحَجِّ تَقْطُرُ رُؤُسُهُمْ

فوری طور پر عرفات کو روانہ ہو جائیں - اور غسل ان کا ابھی تازہ ہی ہو -

۶: چھٹی وجہ یہ ہے کہ :-

حضرت عمرؓ نے جس تمتع سے روکا تھا وہ عام تمتع نہیں تھا۔ بلکہ وہ تمتع تھا جس میں حج کا احرام باندھ کر پھر عمرہ کی خاطر اُسے فسخ کر دیا جائے - عمرہ کی اس خاص قسم میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرت امام مالک رح، امام شافعی رح، امام ابو حنیفہ رح فسخ کی اجازت نہیں دیتے - نہ تو حج کا احرام باندھ کر اسے عمرہ بنانے کی اور نہ عمرہ کا احرام باندھ کر اُسے حج بنانے کی- ان کے نزدیک یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں -

امام احمد رح اور اکثر محدثین اسے جائز بتاتے ہیں - یہی وہ متعۃ الحج ہے جس سے حضرت عمرؓ منع فرماتے تھے - اور اسی کے بارے میں حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ یہ حالات کے تحت ہمارے لئے جائز تھا تمہارے لئے جائز نہیں ہے -

له والمعنى ان عمر كره التمتع لانه يقتضي التحلل ووطء النساء الى حين الخروج الى عرفات فبين العلة التي لاجلها كره التمتع وكان من رأيه عدم الترفه للحاج بكل طريق فكره قرب عهده بالنساء لئلا يستمر الميل الى ذلك بخلاف من بعد عهده به ومن يتفطم ينفطم ٭

(الفتح الرباني ص ۱۶۰ ج ۱۱ -" ٭)

غالباً خاص طور پر ایسا کرنے یعنی حج کا احرام باندھ کر اُسے عمرہ بنانے کی ضرورت یہ پیش آئی تھی کہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ حج اور عمرہ کو ایک ہی سفر میں ادا کرنا گناہِ عظیم خیال کرتے تھے - اُن کی خودساختہ شریعت میں عمرے کے لئے الگ اور حج کے لئے الگ سفر کرنا ضروری تھا - اللہ تعالیٰ نے اس قید کو اُڑا دیا - اور میقات سے باہر سے آنے والوں کو یہ رعایت دی کہ وہ ایک ہی سفر میں حج اور عمرہ کر سکتے ہیں - البتہ جو لوگ میقات کے اندر رہتے ہیں اُن کو اس کی اجازت نہیں دی - کیونکہ ان کے لئے عمرہ اور حج الگ الگ کرنا مشکل نہیں ہے -

بس اسی وجہ سے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو جو حج کا احرام باندھ کر آئے تھے یہ حکم دیا کہ پہلے اس احرام سے عمرہ کرو - پھر حج کے لئے دوسرے احرام سے حج کرنا -

چنانچہ ابو داؤد شریف اور نسائی شریف میں یہ بات صراحۃً بتائی گئی ہے -

ابوذر[له] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے بعد کوئی اُس کا مجاز نہیں ہے کہ

له قال ابو ذرؓ :- كانت المتعة لنا في الحج خاصة اخرجه مسلم وفي رواية عنه انه قال لا تصلح المتعتان الا لنا خاصة يعني متعة النساء ومتعة الحج (تفسير قرطبي ص ۳۹۳، ج ۲ -" ٭

حج کا احرام باندھ کر اُسے فسخ کرے۔ اور عُمرہ کرے۔ یہ تو صرف حضور انورؐ کے صحابہؓ کے لئے رخصت تھی۔ جب ذہنوں سے جاہلیت کی گرفت ڈھیلی ہو گئی۔ اور لوگوں کے لئے اسلام کا قانون مانوس ہو گیا۔ کہ حج کے مہینوں میں میقات سے باہر رہنے والوں کے لئے عُمرہ جائز ہے تو حج کو فسخ کرنے کی رخصت بھی ختم ہو گئی۔

حافظ ابن قیم رح نے اس کی حمایت میں تفصیلی بحث کی ہے۔ مذکورہ تمام توجیہات میں سے ہمارے نزدیک یہ آخری توجیہہ زیادہ اوفق اور انسب معلوم ہوتی ہے۔ اور حضرت عمرانؓ بن حصینؓ کی روایت میں جس متعہ کا ذکر ہے وہ متعۃ النساء نہیں ہے بلکہ یہی متعۃ الحج مراد ہے۔ مگر کم فہمی یا بد دیانتی کی بناء پر ہمارے شیعہ فاضل نے اس سے متعۃ النساء سمجھ لیا ہے۔

حضرت جابرؓ مذکورہ روایت (حضرت عُمرؓ اور حُرمتِ مُتعہ کے ضمن میں گزر چکی ہے) کے تحت لکھتے ہیں کہ:۔

حضرت جابرؓ نے یہ اس لئے کہا کہ اُن کو حضورؐ کے منع کرنے کا علم نہ ہوا تھا۔ حضورؐ کو حجۃ الوداع میں اسی لئے اعلان کی ضرورت

[1] ان عمر لم يخالف الله ورسوله ولم يقل بتحريم العمرة بل قصد بنهيه الاتم والافضل في نظره وهو مجتهد ولا لوم عليه في ذلك

"بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی ج ۱۱، ص ۱۶۲۔"

پیش آئی کہ اکثر لوگوں کو اس کی خبر نہ ہوئی تھی کہ مُتعہ حرام ہو گیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ یا حضرت عمرؓ کے وقت میں کچھ لوگ اسی دلیل سے متعہ کرتے تھے کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے زجراً ایسے لوگوں سے کہا کہ ہاں! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں لوگ کیا کرتے تھے۔ مگر ہم منع کرتے ہیں۔ یعنی باوجود اس کے کہ ہم کیا کرتے تھے۔ لیکن اب منع ہو گیا ہے۔ جس سے ہم واقف ہیں۔ حاشا و کلا حضرت عمرؓ کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ جو چیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت جائز تھی اس کو ہم اپنی رائے سے حرام بناتے ہیں۔ حضرت جابرؓ کا طرز بیان یہ ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے بھی رجوع کر لیا تھا۔ اُن کی روایت کے الفاظ پہلے گزر چکے ہیں۔ کہ عمرو بن   کے قصّہ کے بعد بالکل منع کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کے منع کو انہوں نے قبول کر لیا۔ اور صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ

ان کے سامنے ابنِ عباسؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کا اس مسئلہ میں اختلاف کا ذکر ہوا تو انہوں نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے بعد میں منع کر دیا ہے۔ یعنی انہوں نے عبداللہ بن زبیرؓ کے خیال کی تائید کی۔[1] اِس کا مطلب اِس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو سمجھا دیا کہ متعہ کی ممانعت ہو گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کو منسوخ کر دیا اور صحابہؓ نے اُسے قبول کر لیا۔

[1] صحیح مسلم شریف ج ۱، ص ۴۵۱۔"

"حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پر متعہ کی پیداوار ہونے کا افتراء"

ہمارے فاضل شیعہ دوست نے یہ بھی ہرزہ سرائی کی ہے کہ معاذ اللہ! حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ متعہ کی پیداوار ہیں۔ حالانکہ یہ دعوی سراسر لغو کذب و افتراء، باطل و مردود بہتان ہے۔

نیز صحابہ رضؓ سے انتہائی بغض وعناد اور کتبِ تاریخ و سِیَر سے نابلد ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ اس بے ہودہ اور لغو الزام کی تردید کرنے کی اگرچہ چنداں ضرورت نہ تھی۔ تاہم فاضلِ مذکور کی جہالت پر تنبیہ اور عوام کی اطلاع کے لئے تاریخی طور پر ہم ثابت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضؓ، حواریٔ رسولؐ، حضرت زبیر رضؓ کے فرزندِ ارجمند اور حضرت اسماء رضؓ کے لختِ جگر، (شیعہ مؤمنین کی طرح) متعہ کی پیداوار نہیں۔ بلکہ صحیح اور جائز نکاح سے پیدا ہوئے ہیں۔

چنانچہ خاتمۃ الحفاظ حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت اسماء رضؓ کے حالات کے ضمن میں لکھتے ہیں:۔

۱-: اسلمت قدیمًا بمکۃ وتزوجھا الزّبیر بن العوام و ھاجرت و حامل منہ بولدہ عبداللہ و وضعتہ

حضرت اسماء رضؓ مکہ میں بالکل ابتداء میں ہی حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئی تھیں۔ اور حضرت زبیر رضؓ بن عوام نے اُن سے نکاح کیا تھا۔ اور جب حضرت اسماء رضؓ نے مکہ

سے مدینۃ الرسولؐ کی طرف ہجرت کی تو اس وقت یہ حاملہ تھیں۔ چنانچہ جب مدینہ شریف کے قریب مقامِ قباء پہنچیں تو وہاں حضرت عبداللہ رضؓ پیدا ہوئے:۔

۲-: علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں:۔

کانت اسماء بنت ابی بکر تحت الزبیر بن العوام وکان اسلامھا قدیمًا بمکۃ وھاجرت الی المدینۃ وھی حامل بعبد اللہ بن الزبیر فوضعتہ بقباء

حضرت اسماء رضؓ حضرت زبیر رضؓ کے نکاح میں تھیں۔ اور یہ مکے میں قدیم الاسلام ہیں۔ اور جب انہوں نے مدینۃ النبیؐ کی طرف ہجرت کی تو اس وقت عبداللہ بن زبیر رضؓ ان کے شکم مبارک میں تھے (یعنی حاملہ تھیں) اور مقامِ قباء میں آ کر حضرت عبداللہ رضؓ تولّد ہوئے۔

۳-: ابنِ سعد حضرت اسماء رضؓ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:۔

تزوّجھا الزّبیر بن العوام فولدت لہ عبد اللہ

حضرت اسماء رضؓ سے حضرت زبیر رضؓ بن عوام نے نکاح کیا۔ اُن سے حضرت عبداللہ رضؓ پیدا ہوئے۔

۴-: ایک اور جگہ پر ابنِ سعد لکھتے ہیں:۔

لہ۔ "اصابہ، ج ۴، ص ۳۳۵۔" ۞

۲ہ۔ "استیعاب ج ۴، ص ۱۷۸۲۔" ۞ ۳ہ "طبقات ابنِ سعد ج ۸، ص ۲۵۰۔" "تقریب التہذیب ج ۲، ص ۵۸۹۔" ۞

عن عكرمة ان اسماء بنت ابي بكر كانت تحت الزبير[۴]

حضرت اسماء رضؓ حضرت زبیر رضؓ کی بیوی تھی۔

۵۔ حافظ ابن کثیر حضرت زبیر رضؓ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:۔

وصحب الصديق فاحسن صحبته وكان ختنه على ابنته اسماء بنت الصديق وابنه عبدالله منها[۵]

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے رفیق تھے۔ اور انہوں نے رفاقت کا خوب حق ادا کیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے خاوند ہونے کی وجہ سے آپ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے داماد بھی تھے۔ اور انہی سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

۴۔ " طبقات ابنِ سعد ص ۲۵۱، ج ۸ ۔" ؎

۵۔ البدایۃ والنہایۃ ص ۲۴۹، ج ۷ ۔" ؎

۶۔ حافظ ابن کثیرؒ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے تذکرہ میں رقمطراز ہیں:۔

اسلمت[۱] اسماء قديما وهم بمكة في اول الاسلام وهاجرت هي وزوجها الزبير وهي حامل متم بولدها عبدالله فوضعته بقباء اول مقدمهم المدينة

حضرت اسماء رضؓ مکہ میں بالکل ابتداء ہی میں حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئیں تھی۔ پھر انہوں نے اور ان کے خاوند حضرت زبیر رضؓ نے مدینہ شریف کی طرف ہجرت کی۔ اور حضرت اسماء رضؓ اس وقت اُمیدواری کی صورت میں تھیں۔ جب یہ حضرات مقامِ قباء پہنچے تو حضرت عبداللہ رضؓ پیدا ہوئے۔

۷۔ وتحرى[۲] اسماء في امر دينها وكيف لا وهي بنت الصديق وزوج الزبير رضي الله عنه۔

دین کے بارے میں حضرت اسماء رضؓ نہایت مضبوط عقیدہ تھیں ایسے کیوں نہ ہوتیں۔ آخر وہ صدیقِ اکبر رضؓ کی بیٹی اور حضرت زبیر رضؓ کی بیوی تھیں۔

۸۔ امام المحدثین امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن زبیر رضؓ کے حالات میں لکھتے ہیں:۔

۱۔ " البدایۃ والنہایۃ ص ۳۴۶ ج ۸ ۔" ؎

۲۔ " فتح الباری ص ۱۹۲ ج ۶ ۔" ؎

عن اسماء رضی اللہ عنہا انہا حملت بعبد اللہ بن الزبیر قالت فخرجت و انا متم فاتیت المدینۃ فنزلت بقباء فولدتہ بقباء ثم اتیت بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوضعتہ فی حجرہ

ثم دعا بتمرۃ فمضغہا ثم تفل فی فیہ فکان اول شیء فی جوفہ ریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کان اول مولود ولد فی الاسلام

حضرت اسماءؓ نے جب ہجرتِ مدینہ کی تو اُس وقت حمل کی حالت میں تھیں۔ فرماتی ہیں کہ:۔

جب میں مقام قباء پہنچی تو عبداللہ پیدا ہوئے۔ میں اُسے گود میں لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ نے بچے کو اپنی آغوشِ مبارک میں لے لیا۔ ایک کھجور اپنے دہن مبارک میں ڈال کر چبائی۔ اور پھر اسے اپنے لعابِ دہن کے ساتھ ملا کر ننھے عبداللہ کے منہ میں ڈالا۔ پہلی چیز جو عبداللہ کے پیٹ میں گئی۔ وہ آپؐ کا لعابِ دہن تھا۔ آپؐ نے دو مرتبہ گڑھتی دی۔ اس کے بعد حضور نے بچے کے لئے دُعائے خیر و برکت مانگی۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد سب سے پہلا مولود فی الاسلام یہی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تھے ⁂

لہ ۔ " تاریخ کبیر ص ۶۰ ج ۵ ۔ " ⁂

حضرت عبداللہؓ کے حقیقی اولاد ہونے پر مہرِ رسالت

۱:۔ حضرت رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے چند بچے بغرضِ بیعت پیش کئے گئے۔ جن میں حضرت عبداللہ رضؓ بھی شامل تھے۔ باقی بچے آپ سے جھجک کر سامنے پیش ہونے سے رُک گئے۔ لیکن حضرت عبداللہ رضؓ چونکہ نہایت ذہین و فطین تھے۔ یہ مجمع کو چیرتے ہوئے آپ کی خدمتِ عالیہ میں پیش ہو گئے۔ تو آپ نے اس کی ذہانت و فطانت اور جرأت و دلیری دیکھ کر تبسم فرمایا اور کہا:۔ کہ

"اِنَّہٗ ابْنُ اَبِیْہِ وَ بَایَعَہٗ ۔" ⁂

یعنی معلوم ہے کہ یہ زبیر رضؓ کے بیٹے ہیں۔ (یعنی جیسے باپ ذہانت و فطانت کے اوصافِ جمیلہ سے مزین ہیں ایسے ہی ان کا بیٹا بھی ہے) بعد ازاں آپ نے ان سے بیعت لے لی۔

لہ البدایۃ والنہایۃ ص ۳۳۳ ج، ج ۸ ۔" ⁂

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی ولادت باسعادت اور مسلمانوں کی خوشی

ہجرتِ مدینہ کے بعد اتفاق سے عرصہ تک کسی مہاجر کے ہاں اولاد نہ ہوئی اس پر یہودِ مدینہ نے مشہور کردیا کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر دیا ہے۔ اور ان کا سلسلۂ نسل منقطع کر دیا ہے۔ یہی دن تھے کہ سنہ ۱ھ میں حضرت اسماءؓ کے بطن سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے۔ گویا ہجرت کے بعد وہ مسلمانوں کے نومولودِ اول تھے[1]۔

مسلمانوں کو حضرت عبداللہؓ کی ولادت پر بے حد مسرت ہوئی۔ اور انہوں نے فرطِ انبساط میں اس زور سے نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے کہ دشت وجبل گونج اٹھے۔ یہودی سخت شرمندہ ہوئے کیونکہ ان کے دجل وتلبیس کا پردہ چاک ہو گیا تھا۔

حضرت اسماءؓ بچے (عبداللہؓ) کو گود میں لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپؐ نے بچے کو اپنی آغوشِ مبارک میں لے لیا۔ ایک کھجور اپنے دہنِ مبارک میں ڈالی اور چبائی۔ اور پھر اسے اپنے لعابِ دہن کے ساتھ ملا کر ننھے عبداللہ کے منہ میں ڈالا۔ اس کے بعد حضورؐ نے بچے کے لئے دعائے خیر وبرکت مانگی۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے انہی بھانجے کے نام پر اپنی کنیت

[1] بعض روایتوں میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا سالِ ولادت سنہ ۲۔ ہجری

ام عبداللہ رکھی تھی۔ چنانچہ حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ پہلی ہجری کے واقعات لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:-

فلما ولدتہ کبر المسلمون تکبیرۃ عظیمۃ فرحا بمولدہ

جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ تو مسلمانوں نے فرطِ انبساط زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

۲:- حافظ ابنِ عبدالبر لکھتے ہیں:-

وکان اول مولود فی الاسلام للمہاجرین بالمدینۃ قالت ففرحوا بہ فرحا شدیدا

مدینہ منورہ میں مہاجرین کے ہاں جو پہلا بچہ پیدا ہوا وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تھے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا بیان ہے۔ کہ لوگ حضرت عبداللہ رضی اللہ کی پیدائش سے بہت خوش ہوئے۔

۳:- ابنِ اثیر پہلی ہجری کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ:-

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۸۴) بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کی ولادت سے چھ ماہ پہلے حضرت بشیر بن سعد انصاریؓ کے ہاں حضرت نعمان بن بشیرؓ پیدا ہوئے تھے۔ اگر یہ روایت درست ہے تو پھر بھی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مہاجرین کے نومولودِ اول ٹھہرتے ہیں۔ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

فیها ولد عبد اللہ
بن الزبیر وقیل فی
سنة الثانیة فی شوال
وکان اول مولود
للمہاجرین وکان
نعمان بن بشیر اول
مولود للانصار بعد
الہجرة

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پہلی ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دوسری ہجری کے ماہ شوال میں پیدا ہوئے۔ مہاجرین میں یہ پہلے مولود ہیں۔ اور انصار میں نعمان بن بشیر اول مولود ہیں۔

مذکورہ تمام حوالجات سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوگیا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مدینۃ النبی میں مسلمانوں کے ہاں پہلے مولود تھے۔ جو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب دہن کی گھٹی سے سیراب، جرأت، ہمت، شجاعت، ثابت قدمی، تورّع، زہد، پاک نفسی، اور پاک باطنی کے مجسمہ تھے۔

نیز ثابت ہوا کہ حضرت زبیر رضہ نے حضرت اسماء رضہ سے متعہ نہیں لیا تھا بلکہ صحیح و شرعی نکاح تھا۔ جس پر امام المرسل خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی مہر تصدیق بھی ثبت ہے۔ اگر کوئی شخص حضرت عبداللہ رضہ کی شان میں ہرزہ سرائی کرتا ہے تو وہ خود اپنے ایمان کا

بقیہ حاشیہ از صفحہ ۸۵

ے۔ "البدایۃ والنہایۃ ص ۲۳۰، ج ۳۔"

شہ۔ "الاستیعاب ص ۹۰۶، ج ۳۔"

شہ۔ "تاریخ کامل ص ۱۱۰، ج ۲۔"

دیوالیہ نکالتا ہے۔ آپؓ کی شان میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔

أُولٰٓئِكَ آبَائِي فَجِئْنِي بِمِثْلِهِمْ
إِذَا جَمَعَتْنَا يَا بَشِيرُ الْمَجَامِعَ

ہاں! البتہ خاندانِ صدیق اکبر رضہ کی طرف جو شخص یہ فعلِ منسوب کرتا ہے وہ خود اس فعل کی پیداوار ہے۔ اور اس کے مقتدا و پیشوایانِ مذہب بھی جنہوں نے اس فعل کو اعلیٰ درجے کی عبادت قرار دیا ہے۔ خاندانِ صدیق اکبر رضہ تو اِس فعل کو مثلِ زنا گردانتا ہے۔ اور اس فعلِ قبیح کے مرتکب کو سنگسار کرتا ہے۔ وہ اُس کی پیداوار کیسے ہو سکتا ہے؟

نکاح کے بعد طلاق

ہمارے تحریر کردہ مذکورہ بالا حوالجات سے تو یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ حضرت اسماء رضہ کا حضرت زبیر رضہ سے باقاعدہ صحیح اور شرعی نکاح تھا۔ جس سے متعہ کا اِدّعاء خود بخود باطل ہو جاتا ہے۔ اب مزید حوالجات ملاحظہ فرمائیں جن میں یہ ذکر ہے۔

کہ طویل عرصہ کی ازدواجی زندگی کے بعد حضرت اسماء رضہ کی زندگی میں ایک افسوسناک واقعہ رونما ہوا۔ یعنی حضرت زبیر رضہ نے انہیں طلاق دے دی۔

مؤرخین نے طلاق کی مختلف وجوہ بیان کی ہیں۔ لیکن اصل سبب

اللہ ہی کو معلوم ہے۔ قیاس غالب یہ ہے کہ حضرت زبیرؓ اور حضرت اسماءؓ کے درمیان بعض خانگی معاملات میں اختلاف کی وجہ سے کشیدگی پیدا ہو گئی۔ حضرت زبیرؓ کے مزاج میں کچھ درشتی تھی۔ ایک دن کسی بات پر غصے میں آ گئے۔ اور حضرت اسماءؓ کو زدوکوب کرنا چاہا۔ ان کے بڑے فرزند عبداللہؓ اتفاق سے گھر میں موجود تھے۔ حضرت اسماءؓ نے ان سے مدد چاہی۔ حضرت زبیرؓ نے عبداللہؓ کو دخل اندازی سے منع کیا اور کہا کہ اگر تم نے اپنی ماں کی حمایت کی تو اُسے طلاق ہے۔ حضرت عبداللہؓ کو گوارا نہ ہوا کہ اپنی آنکھوں کے سامنے والدہ کو تشدد کا شکار ہوتا دیکھیں۔ آگے بڑھے اور اُن کا بازو حضرت زبیرؓ کے ہاتھ سے چھڑا لیا۔ اس کے بعد حضرت زبیرؓ اور حضرت اسماءؓ کے درمیان ہمیشہ کے لئے علیحدگی ہو گئی۔ اور حضرت اسماءؓ مستقل طور پر فرزندِ اکبر حضرت عبداللہؓ کے ساتھ رہنے لگیں۔ طلاق سے متعلقہ روایات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:۔

۱:۔ اسد الغابہ[1] میں ہے:۔

ثم ان الزبیر طلقها و کانت عند ابنها عبد الله

پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماءؓ کو طلاق دے دی۔ پھر اُن کا قیام اپنے بیٹے عبداللہؓ کے پاس رہا۔

۲:۔ علامہ ابنِ اثیرؒ لکھتے ہیں:۔

[1] " ص ۳۹۲، ج ۵۔ "

و کانت مطلقة من الزبیر[1]

حضرت اسماءؓ حضرت زبیرؓ سے طلاق یافتہ تھیں۔

۳:۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں:۔ کہ

ثم ان الزبیر لما کبرت طلقها[2]

جب حضرت اسماءؓ عمر رسیدہ ہو گئیں تو حضرت زبیرؓ نے اُنہیں طلاق دے دی تھی۔

۴:۔ طبقات ابن سعد میں ہے:۔ کہ

ان الزبیر رضؓ طلق اسماء فاخذ عروة و هو یومئذ صغیر[3]

حضرت زبیرؓ نے حضرت اسماءؓ کو طلاق دے دی۔ اور عروہ جو ابھی بچے تھے انہیں حضرت زبیرؓ نے اپنے پاس رکھ لیا۔

الغرض مذکورہ حوالجات سے معلوم ہوا کہ حضرت زبیرؓ کا حضرت اسماءؓ سے متعہ نہیں بلکہ صحیح نکاح تھا۔ کیونکہ طلاق صحیح نکاح کے لوازمات میں سے ہے۔ زنِ ممتوعہ کی علیحدگی کے لئے طلاق کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ انقطاعِ میعادِ متعہ ہی بمنزلہ طلاق کے سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ ابو عمرؓ فرماتے ہیں:۔

لم یختلف العلماء

تمام علماء متقدمین و متاخرین کا

[1] " تاریخ کامل ص ۳۶۴، ج ۴۔ "

[2] " البدایہ والنہایہ ص ۳۴۶، ج ۵۔ "

[3] " ص ۳۵۲، ج ۸۔ "

من السلف والخلف ان المتعۃ نکاح الی اجلٍ لا میراث فیہ والفرقۃ تقع عند انقضاء الاجل من غیر طلاق[۱]

اِتفاق ہے کہ مُتعہ ایک مدتِ مقررہ تک عقد کرنے کا نام ہے۔ جس میں دونوں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے۔ متعہ میں طلاق نہیں ہوتی۔ بلکہ اِنقضاءِ مدت سے ہی عورت جُدا ہو جاتی ہے۔

نیز[۲] شیعہ کی مُعتبر کتاب جامع عباسی میں ہے:۔

ولا[۱] یقع بھا طلاق بل تبین بانقضاء المدۃ۔

متعہ میں طلاق نہیں ہوتی بلکہ اِنقضاءِ مدت سے ہی عورت جُدا ہو جاتی ہے۔

اِسی طرح[۲] مختصر نافع میں ہے:۔ کہ

ولا[۳] یقع بالمتعۃ طلاق۔

مُتعہ میں طلاق نہیں ہوتی۔

باقر مجلسی فقہ کی کتاب الفراق میں لکھتے ہیں:۔ کہ

پنجم آنکہ نکاح دائمی باشد پس واقع نشد طلاق در مُتعہ۔

پانچویں بات یہ ہے کہ نکاح دائمی ہوتا ہے۔ لہٰذا متعہ میں طلاق واقع نہیں ہوتی

[۱]:۔ "تفسیر قرطبی ص ۱۳۲، ج ۵۔"

[۲] ص ۱۳۵۔"

[۳] ص ۸۶۔"

[۴] "تحفۃ العوام ص ۴۸۹"۔

الاستبصار[۱] میں ہے:۔ کہ

عن ابی جعفر علیہ السلام فی المتعۃ قال لیست من الاربع لانھا لا تطلق ولا ترث ولا تورث وانما ھی مستاجرۃ

میں نے امام باقر علیہ الرحمت سے متعہ کی بابت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ کہ ممتوعہ چار عورتوں میں سے (جن کو زوجہ کہا جاتا ہے) نہیں ہے کیونکہ اس کے لئے نہ طلاق ہے۔ نہ وُہ خاوند سے میراث کی مُستحق ہے بلکہ وہ کرایہ کی عورت ہے۔

حضرت اسماءؓ کی دیگر اولاد

حضرت زبیرؓ سے حضرت اسماءؓ کو اللہ تعالیٰ نے پانچ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عطا کی تھیں۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

حضرت[۲] عبداللہ، عروہ، منذر، مہاجر، خدیجۃ الکبریٰ، اُم الحسن اور عائشہ۔

مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ ہمارے شیعہ فاضل نے حضرت اسماءؓ کی ساری اولاد میں سے صرف حضرت عبداللہؓ پر متعہ کی پیداوار

[۱]۔ "ص ۱۴۷، ج ۳" [۲] "تذکارِ صحابیاتؓ ص ۲۰۷۔"

ہونے کا بے بُنیاد الزام لگایا ہے۔ ہم موصوف سے عرض کریں گے کہ اگر بقول آپ کے حضرت زبیر رضؓ نے صحیح نکاح نہیں بلکہ متعہ کیا تھا۔ تو پھر تمام اولاد کو دو حصوں میں تقسیم کرکے ایک پر متعہ کی پیداوار ہونے کا الزام لگانا اور دُوسرے کو صحیح اور جائز نکاح کی اولاد بتانا یہ تفریق ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ موصوف سے عرض ہے یا تو اس تفریق کا فلسفہ ہمیں سمجھا دیں ورنہ ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ آپ کا دماغی توازن دُرست نہیں ہے۔

حُرمتِ مُتعہ اور عبداللہ بن زبیر رضؓ کا چیلنج

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ کو معلوم ہُوا کہ حضرت ابنِ عباس رضؓ ابھی تک متعہ کے جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ تو انہوں نے حضرت ابنِ عباس رضؓ کو واشگاف الفاظ میں متعہ تا قیامت حرام ہو چکا ہے۔ آپ اس کی حلّت کا فتویٰ ہرگز نہ دیں۔

چنانچہ اس سِلسلہ میں دونوں حضرات کے درمیان کچھ تلخ کلامی بھی ہوئی۔ جس میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ نے دھمکی آمیز لہجہ میں کہا:[1]

فجرب بنفسك فوالله لئن فعلتها لارجمنك باحجارك.	آپ اس فعلِ قبیح کے ارتکاب کا تجربہ کر دیکھیں۔ خدا کی قسم آپ اگر ایسا کریں گے تو میں آپ کو پتھروں سے سنگسار کر دوں گا۔

[1] مسلم ص ۴۵۲ ج ۱۔

دعویٰ عام اور دلیل خاص

شیعہ فاضل نے دعویٰ تو عام کیا ہے۔ یعنی تمام صحابہ متعہ کے قائل و عامل تھے۔ مگر اس کی دلیل میں جو مثال پیش کی ہے۔ اس میں صرف حضرت اسماء بنت صدیق کا نام ظاہر کیا گیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اگر بقول شیعہ فاضل تمام صحابہ متعہ کے قائل و عامل تھے۔ تو پھر ایک نام کیوں ظاہر کیا گیا ہے۔ باقی صحابہ کے نام کیوں چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ یا تو شیعہ فاضل حضرت اسماء رضؓ کے سِلسلہ میں جھوٹ بول رہے ہیں یا پھر تمام صحابہ کی وہی پوزیشن ہے جو حوارئ رسول جناب زبیر رضؓ اور حضرت اسماء رضؓ کی ہم شیعہ فاضل سے باقی صحابہ کو چھوڑ کر صرف اہل بیت کے متعلق پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ آیا دیگر صحابہ کی طرح یہ بھی متعہ کے قائل و عامل تھے۔ یا نہیں؟ اگر جواب اثبات نہیں ہے۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ خلیفہ چہارم حضرت علی رضؓ نے متعہ کیا تو اس کے نتیجے میں کون پیدا ہُوا۔ اسی طرح امام حسن رضؓ اور حسین رضؓ بھی صحابی ہیں انہوں نے متعہ کیا تو اس کے نتیجے میں کون پیدا ہُوا؟ امام زین العابدین نے متعہ کیا تو کون پیدا ہُوا؟ امام جعفر صادق رحؒ نے متعہ کیا تو کون پیدا ہُوا؟ امام باقر نے متعہ تو کون پیدا ہُوا؟ اُمید ہے شیعہ فاضل اپنے دعویٰ کے پیش نظر اور متعہ کے فضائل و مناقب کی روشنی میں تسلی بخش جواب دیں گے۔ اگر انہوں نے دیانت داری اور ایمانداری سے جواب دیا تو حضرت زبیر رضؓ اور حضرت اسماء رضؓ کی پوزیشن خود بخود صاف ہو جائے گی۔

نیز آپ چونکہ متعہ کے فضائل و مناقب اور شد و مد سے اس کے جواز کے قائل ہیں۔ لہٰذا ہم پوچھتے ہیں کہ اگر آپ اثناعشری شیعہ ہیں تو آپ کے دادا نے ضرور متعہ کیا ہوگا جس کے نتیجہ میں آپ ہی جانتے ہیں۔ کہ کون پیدا ہُوا۔ اسی طرح آپ کے باپ نے بھی ضرور متعہ کیا ہوگا جس کے نتیجہ میں خود آپ ہی بتائیں کون پیدا ہُوا؟ اگر ہم عرض کریں تو شکایت ہوگی۔

فضائلِ متعہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ پر جو آپ نے بے بنیاد الزام لگایا ہے۔ اب تک ہم نے اس کا منہ توڑ جواب دیا ہے۔ اب ذرا آیئے!

آپ کے ائمہ کا بیان ملاحظہ فرمائیں جنہوں نے متعہ کے فضائل و مناقب میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے ہیں۔ ان فضائل کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجائے گی کہ حضرت صدیق اکبرؓ کا خاندان اس الزام سے بری الذمہ ہے۔ جو ہمارے شیعہ فاضل نے ان پر لگایا ہے۔ ان متعہ کے فضائل و مناقب بیان کرنے والے اور ان کے متوسلین و متبعین کے متعلق وہی رائے قائم کی جائے جو ہمارے فاضل شیعہ دوست نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ کے متعلق قائم کی ہے ہمارا خیال ہے کہ یہ رائے زیادہ درست ہی نہیں بلکہ عین عدل و انصاف کے مطابق بھی ہے۔ ؎

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

آیئے! اب ذرا آیئنے میں اپنا منہ دیکھئے:۔

متعہ کا قائل و فاعل ہی شیعہ ہو سکتا ہے:۔

جناب امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ:۔

لیس منا من لم یؤمن بکرتنا و لم یستحل متعتنا	جو شخص ہمارے دنیا میں دوبارہ آنے پر ایمان نہ رکھتا ہو اور متعہ کو حلال نہ جانتا ہو وہ

ہم میں سے نہیں ہے۔

شریعتِ شیعہ میں متعہ ضروری ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں:۔ کہ

"جو شخص متعہ کو حلال نہیں سمجھتا وہ ہماری جماعت سے خارج ہے۔" ؎

مطلوب ہے سیم تنوں سے وصال ہو
مذہب وہ چاہیئے کہ زنا بھی حلال ہو

۲۔ دوزخ سے آزادی کا پروانہ:۔

منہج الصادقینؒ میں ہے کہ:۔

من تمتع مرۃ واحدۃ	جس نے ایک بار متعہ کیا اس کا

۱۔ تفسیر منہج الصادقین پ۵ ص ۴ ۳۵۔" ضمیمہ و حواشی جات از تفسیر مقبول احمد ص ۷۱۔" ؏
۲۔" حق الیقین ص ۶۳۰۔" ؏
۳۔" منہج الصادقین ص ۲۰، ج ۵۔" ؏

عتق ثلثه من النار	تیسرا حصہ دوزخ سے آزاد ہو گیا۔

گویا تین[1] بار کرنا دوزخ سے مکمل آزادی کا پروانہ ہے:۔

۲-: امام جعفر(ر) ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ:۔

ہر کہ یکبار متعہ کند ثلثِ او آزاد شود از دوزخ وہر کہ دو بار متعہ کند ثلثانِ او آزاد شود۔ و ہر کہ سہ بار متعہ کند ہمہ او آزاد شود۔	جو شخص ایک بار متعہ کرے اس کے جسم کا تیسرا حصہ دوزخ سے آزاد۔ دو دفعہ کرنے والے کا دو ثلث آزاد۔ اور تین دفعہ متعہ کرنے والے کا سارا جسم دوزخ سے آزاد ہو جاتا ہے۔

۳-: بہشت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ:۔

تفسیر[2] منہج الصادقین میں ہے کہ:۔

ہر کہ یکبار متعہ کند ہمہ او از آتش ایمن شود۔ ہر کہ دو دفعہ متعہ کند محشور شود با نیکوکاراں وہر کہ	ایک دفعہ متعہ کرنے والا آتش دوزخ سے بے خوف ہو جاتا ہے۔ دو دفعہ کرنے والا نیک بندوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ تین دفعہ

۱۔ "تفسیر منہج الصادقین پ ۵ ص ۳۵۴"۔ ؎

۲۔ " پ ۵ ص ۳۵۶"۔ ؎

سہ بار متعہ کند ہم نشینی و مقاربت کند با من در روضۂ جناں۔	کرنے والا حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہشت کے باغوں میں رہے گا۔

۴-: شرک سے بچنے کا آسان نسخہ:۔

تفسیر منہج[1] الصادقین میں ہے کہ:۔

بدرستیکہ متعہ امان است از شرک۔	متعہ کرنے والا صحیح شرک سے محفوظ رہتا ہے۔

۵-: شیعہ عورتوں کے لئے معراجی تحفہ:۔

ابو جعفر[2] فرماتے ہیں کہ:۔

ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم لما اسری بہ الی السماء قال لحقنی جبریل ع فقال یا محمد ان اللہ تبارک و	جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب میں شب معراج آسمان کی طرف جا رہا تھا تو مجھے پیچھے سے آکر جبریل علیہ السلام

۱۔ " ص ۳۵۶ "۔ ؎

۲۔ " من لا یحضرہ الفقیہ "۔ ؎

تعالیٰ یقول انی قد غفرت للمتمتعین من امتک من النساء

ملے. اور کہا اے محمدؐ! اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں نے تیری اُمت کی متعہ کرنے والی عورتوں کو بخش دیا۔

۶:- شراب کا نعم البدل :-

ابو عبداللہ رح فرماتے ہیں کہ :-

انّ اللہ تبارک و تعالیٰ حرّم علیٰ شیعتنا المسکر من کلّ شراب و عوضھم من ذلک المتعۃ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے شیعوں پر ہر نشہ والی چیز حرام کر دی۔ اور اس کے بدلے ان کو متعہ کرنے کی اجازت دے دی۔

٭ ٭ ٭

۷:- متعہ سے جسم کے بالوں کے برابر نیکیاں :-

صالح بن عُقبہ کا باپ کہتا ہے کہ مَیں نے امام باقرؒ سے متعہ کے ثواب

٭

سّلہ . " من لا یحضرہ الفقیہ ج ۲، ص ۱۵۱ - " ٭

کے متعلق پُوچھا تو اُنہوں نے فرمایا :- کہ

انؔ کان یرید بذلک وجہ اللہ وخلاف من انکرھا لم یکلمھا بکلمۃ الا کتب اللہ بکلمۃ کلمھا بھا حسنۃ ولم یمد یدہ الیھا الا کتب اللہ لہ حسنۃ فاذا دنا منھا غفر اللہ ذنوبہ بعد ما مرّ من الماء علیٰ شعرہ قلت بعدد الشعر قال نعم بعدد الشعر

کیوں نہیں جب محض اللہ تعالےٰ کی رضامندی حاصل کرنے اور منکرینِ متعہ کی مخالفت کرنے کے لئے خالصًا لوجہ اللہ کرے تو متعہ کرنے والا جتنی باتیں خلوت میں عورت کے ساتھ کرے گا اتنی نیکیاں لکھی جائیں گی۔ اور جب اس کی طرف دستِ شہوت دراز کرے گا تو اس کے لئے نیکی لکھی جائے گی۔ اور جب اس کے ساتھ (فعلِ مخصوص) کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے گا۔ اور جب یہ دونوں غسل فرمائیں گے تو جتنے بال ان کے بدن پر ہیں اتنی رحمتیں اور نیکیاں انہیں عطاء کرے گا۔ میں نے کہا۔ جتنے بال ہیں سب کے برابر۔ فرمایا جتنے بال غسل کے وقت خشک رہ جائیں گے اتنی نیکیاں کم ہوں گی۔

لے . " منہج الصادقین ص ۳۵۴ - " ٭

۸:۔ گناہوں کی بخشش کا آسان ذریعہ:۔

مُتعہ[1] کرتے وقت جو کلمہ اپنی محبوبہ (ممتوعہ) سے کرے۔ اور ہر مرتبہ جب ہاتھ لگائے تو اُسے ہر کلمہ اور دست اندازی کے عوض ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ اور جب نزدیکی کرتا ہے اس کا گناہ بخشا جاتا ہے۔ اور جب غسل کرتا ہے تو ہر روئیں کی گنتی کے برابر اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے حضور علیہ السلام سے فرمایا۔ جو تیری اُمت سے مُتعہ کرتا ہے تو اس کے گناہ بخش دوں گا۔

لیجئے ہر دست اندازی کے عوض ایک گناہ جھڑ رہا ہے۔ اور پھر غسل کے بعد تو گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا چاہیئے۔ لذت و ثواب بھی اور مُفت میں جنت بھی۔

۹:۔ مُتعہ سے امام حسنؓ، حسینؓ اور حضور پاک[2] کا مرتبہ:۔

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

من[2] تمتع مرة درجته كدرجة الحسن ومن تمتع مرتين درجته كدرجة الحسين ومن تمتع ثلث مرات درجته كدرجة علىؑ ومن تمتع اربع مرات درجته كدرجتى	جو شخص ایک مرتبہ مُتعہ کرے اُسے امام حسنؓ، اور جو دو بار کرے اُسے امام حسینؓ اور جو تین بار کرے اُسے حضرت علیؓ، اور جو چار بار کرے اُسے حضرت رسُولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا درجہ مل جاتا ہے۔

ل۔ ”ضیاء العابدین ص ۱۹۵۔“ ٭

ل۲۔ ”منہج الصادقین ص ۳۵۶۔“ ٭

”تہذیب الاحکام برہان المتعہ ص ۵۲۔“ ٭

”ضیاء العابدین ص ۱۹۵۔“ ٭

۱۰۔ غسلِ مُتعہ سے فرشتوں کی پیدائش:۔

حضرت امام صادقؒ نے فرمایا:۔

ما[1] من رجل تمتع ثم اغتسل الا خلق الله من كل قطرة تقطر منه سبعين ملكاً يستغفرون الى يوم القيامة	جو شخص مُتعہ کرے۔ پھر غسلِ جنابت کرے۔ پانی کے ہر قطرے سے جو اس کے بدن سے گرے خدا تعالیٰ ستر ستر فرشتے پیدا کرتا ہے۔ جو اِس مُتعی شخص کے لئے

قیامت تک مغفرت مانگتے رہتے ہیں:۔

۲:۔ مُتعہ میں ایک دُوسرے کے ہاتھ پکڑنے سے تمام گناہ انگلیوں کے پوروں سے نکل جاتے ہیں۔ اور غسلِ جنابت کے پانی کے ایک ایک قطرہ سے اللہ تعالےٰ فرشتے پیدا کرتا ہے جو اس کے لئے تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اس کا ثواب تا قیامت مُتعہ کرنے والے کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔

ل۔ (۱) ”برہان المتعہ مؤلفہ سید ابو القاسم۔“ ٭

(۲)۔ ”خلاصہ منہج الصادقین ص ۲۹۱، ج ۲۔“ ٭

۱۱:- مُتعہ سے نزُولِ رحمت :-

کسی شخص[1] نے حضرت امام باقر علیہ السّلام سے مُقدمۂ مُتعہ میں عرض کی کہ میرے چچا کی لڑکی کے پاس بہت سا مال ہے۔ اور مجھ سے کہتی ہے کہ تو جانتا ہے کہ مجھے بہت سے آدمی طلب کرتے ہیں۔ اور میں کسی سے راضی نہیں ہوئی۔ مجھے مردوں سے کوئی رغبت نہیں۔ مگر یہ جو سُنا ہے کہ خُدا اور رسولِ خدا نے متعہ حلال کیا ہے۔ اور عمر رضؓ نے اسے حرام کیا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ خدا اور رسولِ خدا کی اطاعت اور عمر رضؓ کی مخالفت کروں۔ تُو مجھ سے متعہ کر :-

"حضرت امام باقر" نے فرمایا۔ جا متعہ کر۔ خدا دونوں پر صلوٰۃ اور رحمت بھیجتا ہے۔

نتیجے: چچا زاد بہن پر بھی اگر دل آ جائے تو اس سے بھی مُتعہ کیا جا سکتا ہے۔ سچ ہے:-

"بے حیا باش ہر چہ خواہی کُن۔"

۱۲:- شیعہ کے لئے خصُوصی تحفہ :-

حضرت سلمان فارسی رضؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک روز حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی پاک محفل میں حاضر تھے۔ آپؐ نے سامعین کو ایک بلیغ خطبہ میں فرمایا:-

[1] "ضیاء العابدین ص ۱۹۰ -" پ

اے لوگو! اللہ کی طرف سے ابھی جبرائیل علیہ السّلام میری اُمت کے لئے بہترین تحفہ لائے ہیں۔ جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبرؑ کو نصیب نہیں ہوا۔ وُہ تحفہ مومنہ عورت (شیعہ) سے متعہ کرنا ہے۔ یاد رکھو یہ متعہ میری سنّت ہے۔ میرے زمانہ میں یا میرے بعد وصال کے جو بھی اس سنّت "متعہ" کو قبول کر کے اس پر عمل کرے گا بلکہ اس پر مُداوَمت کرے گا وُہ میرا ہے۔ اور میں اس کا ہوں۔ اور جو اس کی مخالفت کرے گا تو وُہ خدا تعالےٰ سے مخالفت کرتا ہے۔ اور جو بھی اس مجلس میں بیٹھنے والوں سے میرے اس حُکم کا انکار کرے گا وُہ میرے ساتھ بُغض کرتا ہے۔

لہٰذا سُن لو کہ میں اُس کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ وہ دوزخی ہے۔ جان لو کہ جو زندگی میں صرف ایک بار متعہ کرے گا تو وُہ اہلِ بہشت سے ہوگا۔ اور جان لو کہ جو شخص عورت سے مُتعہ کرنے کے لئے بیٹھے گا تو اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کے لئے ایک (اسپیشل) فرشتہ نازل ہوگا جو ان دونوں کی نگہبانی کرے گا۔ یہاں تک کہ وُہ اس فعل سے فارغ ہو جائیں۔ متعہ کرتے وقت دونوں جو کلمہ منہ سے نکالیں گے اُن کے لئے تسبیح و ذکر، کارِ ثواب بن جائے گا۔ اور جب یہ دونوں ایک دُوسرے سے یک جان ہوں گے تو ان سے زندگی کے تمام گناہ معاف اور جب وُہ ایک دُوسرے کو بوسہ دیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اُن کے ہر بوسہ کے عوض حج و عمرہ کا ثواب بخشے گا۔

جب متعہ کے کام میں مشغول ہوں گے تو ہر لذت و شہوت کے جھونکے پر ان کے نامۂ عمل میں ان گنت نیکیاں لکھی جائیں گی۔ ایک نیکی بڑے بلند پہاڑ کے برابر ہو گی۔ جب شہوت بجھا کر فراغت پائیں گے تو غسل

کی تیاری کریں گے تو اللہ تعالیٰ خوش ہو کر فرشتوں سے فرمائے گا کہ دیکھو میرے ان دونوں بندوں کو اب وُہ لذت بجھا کر اُٹھے ہیں اور نہانے کا انتظام کر رہے ہیں۔

اے فرشتو! گواہ ہو جاؤ کہ میں نے ان دونوں کو بخش دیا ہے جان لو! کہ اُن کے بدن پر غسل کا پانی ان کے جس بال سے گزرے گا تو اللہ تعالیٰ ہر بال کے بدلے میں اُن کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھے گا۔ اور دس گناہ معاف فرمائے گا۔ اور دس مرتبے بلند فرمائے گا۔

یہ تقریر سُن کر حضرت علی رضؓ نے اُٹھ کر عرض کی کہ یا رسُول اللہ! اس شخص کا ثواب بھی بیان فرمایئے جو متعہ کے رواج دینے میں جِدّوجُہد کرتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :۔

اُسے اتنا ثواب ملے گا جیسے ان دونوں متعہ کرنے والوں کو ثواب ملا ہے۔ اس کو دوہرا ثواب نصیب ہوگا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا اے علی رضؓ متعہ کرنے والے مرد، عورت جب غسل سے فارغ ہوتے ہیں تو ان کے غسل کے پانی کے ایک ایک قطرے سے فرشتہ پیدا ہوتا ہے۔ پھر وُہ قیامت تک اس متعہ کرنے والے مرد اور عورت کے لئے تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں۔

اے علی رضؓ! جو شخص متعہ سے محروم رہے گا وُہ نہ میرا ہے اور نہ تیرا۔[1]

مذکورہ روایت سے ثابت ہوا کہ متعہ ایک ایسا تحفہ ہے جو نہ

[1] خلاصۃ المنہج ص ۲۹۲، ج ۱ ۔"

سابقہ اُمتوں میں سے کسی کو نصیب ہوا اور نہ ہی شیعوں کے سوا کسی دُوسرے فرقہ کو ملا۔ اور نہ ملنے کا امکان ہے۔ اور ثواب و جزا کا حساب ہی کیا۔ لاکھوں سال کی بڑی سے بڑی عبادت متعہ کے صرف ایک بوسہ کی عبادت کا مقابلہ نہ کر سکے۔ متعہ میں متاعی عورت سے حساب چکانے سے لے کر تا فراغت نامعلوم کتنے انوار و تجلیات سے نوازا جاتا ہے بلکہ مُتعہ سے فراغت پانے کے بعد بے چارے متعہ کرنے والے مرد، اور عورت اپنی طاقت کا سرمایہ کھو بیٹھے ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں دیکھ کر فرشتوں کی جماعت کے سامنے ان کے اس جہاد کی تعریف کرتا ہے۔ طرفہ یہ کہ متعہ کرنے سے کروڑوں فرشتے پیدا ہوتے ہیں۔ گویا متعہ نوری جماعت کے ایجاد کی فیکٹری ہے۔ کُنْ کہہ کر اللہ تعالےٰ نے اتنے فرشتے نہیں بنائے ہوں گے جتنے کہ متعہ کی فیکٹری سے شیعوں کے گھروں میں بنتے ہیں۔

۱۳ -: تارکِ مُتعہ دُشمنِ خُدا ہے :-

ایک شخص نے حضرت امام باقرؒ سے عرض کی کہ :۔

مَیں نے قسم کھائی کہ مُتعہ نہیں کروں گا۔ اب پریشان ہوں۔ کیا کروں؟

آپ ناراض ہو کر فرمانے لگے۔ حُکمِ الٰہی سے رُوگردانی کی قسم کھائی ہے۔ جو شخص اللہ کے حکم سے رُوگردانی کرتا ہے تو وُہ اللہ تعالیٰ کا دُشمن ہوتا ہے۔

مُصنّف اس روایت کو نقل کرنے کے بعد بطورِ تشریح

فرماتے ہیں :-

بنابریں روایت[1] ہر کہ متعہ نہ کند دشمنِ خدا تعالیٰ باشد۔

یعنی اس روایت سے ثابت ہوا کہ جو متعہ نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔

۱۴:- تارکِ متعہ ناک کٹا ہے :-

حضور علیہ السلام نے فرمایا :- کہ

فمن[2] خرج من الدنیا ولم یتمتع جاء یوم القیامۃ وھو اجدع۔

جو شخص بغیر متعہ کئے دنیا سے چلا گیا وہ قیامت کے دن ناک کٹا اُٹھایا جائے گا۔

میرے خیال میں کوئی شیعہ اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم نہ ہوگا۔ کہ اتنے بڑے ثواب سے کون محروم رہے۔ اس کے علاوہ قیامت میں ناک کٹ جائے تو پھر کیا عزت رہی۔

آم کے آم گٹھلیوں کے دام :-

[3] اگر خاوند والی سے متعہ کر لیا تو یہ گناہگار بھی نہیں۔ اور اُجرت ضبط کر لینی بھی جائز ہے۔

۲ : جماع کے بعد معلوم ہوا کہ اُس کا خاوند موجود ہے تو جتنی رقم

لہ ۔ " ... المنہج ص ۲۹۱

۲ۃ ۔ " تنبیہ المنکرین ص ۲۵۴ ۔" ؛

۳ۃ ۔ " فروع کافی ص ۱۹۵ ، ج ۲ ۔" ؛

دے چکا ہے وہ عورت کے لئے حلال ہے۔ جو باقی ہے قطعاً نہ دے۔

نور کے اسّی ہزار شہر :-

عورت مُتعہ کرا کے اگر مزدوری واپس کر دے تو اُسے ہر درہم کے عوض اسّی ہزار شہر نور کے بہشت میں ملیں گے۔

فاسقہ، فاجرہ، اور زانیہ سے متعہ :-

میں نے[1] امام جعفرؒ سے پوچھا کہ کوفہ میں ایک عورت ہے جو بدکاری میں مشہور ہے۔ کیا میں اس کے ساتھ متعہ کر لوں؟

"امام نے فرمایا۔ جی ہاں متعہ کر لے۔"

وہ بے شک بدکار ہے لیکن اس وقت تو بڑے بہترین عمل کے لئے آمادہ ہو رہی ہے۔ لہذا بلا شک جائز ہے۔ رحمتِ الٰہیہ کا دروازہ سب کے لئے کھلا رہتا ہے۔

ذائقہ کی تبدیلی :-

شیعہ مذہب میں مزے ہی مزے ہیں۔ اگر قُبل سے طبیعت بھر جائے تو ذائقہ کی تبدیلی کے لئے دُبر زنی بھی جائز ہے۔ چنانچہ شیعہ کی مشہور

لہ ۔ " تہذیب الاحکام کتاب النکاح ص ۲۹۴ ۔" ؛

کتاب مختصر نافع میں ہے :-

[1] ویجوز اتیانھا لیلاً وّ نھاراً ا دان لا یاتیھا فی الفرج ولو رضیت بہ بعد العقد جاز

متاعی عورت سے یہ شرط کرنا جائز ہے کہ دن یا رات میں جماع کروں گا۔ اور یہ کہ شرمگاہ میں جماع نہ کروں گا۔ اگر وُہ عقد کے بعد راضی ہو جائے تو جائز ہے۔

اور مزید تفصیل کے ساتھ الاستبصار میں ہے :-

عبداللہ بن ابو یعفور کہتے ہیں کہ :-

[2] سأئلت ابا عبد اللّٰہ علیہ السّلام عن الرجل یأتی المرأۃ فی دبرھا قال لا بأس اِذا راضیت -

میں نے ابُو عبداللہ سے پُوچھا کہ عورت کی دُبر میں صحبت کرنا جائز ہے؟ بشرطیکہ عورت رضامند ہو جائے۔

اِس لُطف اندوزی کے ساتھ ساتھ سہولت یہ ہے کہ غسل بھی واجب نہیں ہوتا۔ چنانچہ فروع کافی میں ہے[3] کہ :-

وُہ عورت جس کی لواطت کی جائے اُس پر غسل واجب نہیں۔ اگرچہ عورت کی دُبر میں مرد کو انزال ہو بھی جائے۔

[1] ۔ " مختصر نافع ص ۸۶ - " ؛

[2] ۔ " الاستبصار ص ۲۴۳ ، ج ۳ - " ؛ [3] " فروع کافی ج ۱، ص ۲۵ - "

" تہذیب الاحکام ص ۲۳۰ ، ج ۲ - " ؛

حمّاد بن عثمان[1] روایت کرتا ہے کہ میں نے حضرت امام صادق سے دریافت کیا کہ اپنی عورت کی مَقْعَد میں دُخول کرنا کیسا ہے؟ اُس وقت چونکہ آپ کے پاس بہت آدمی بیٹھے تھے۔ آپ نے بلند آواز سے فرمایا۔ کہ اپنے غلام سے اس کی طاقت سے بڑھ کر خدمت لینی جائز نہیں۔ بلکہ اُسے فروخت کر دینا چاہیئے۔ (غرض یہ تھی کہ اَور لوگ یہ سمجھیں کہ اس نے غلام کے متعلق مسئلہ پوچھا ہے۔) راوی کہتا ہے۔ دُوسرے لوگوں کے منہ کو دیکھ کر آپ نے اپنا منہ جھکا کر مجھے چپکے سے یہ فرمایا کہ اِس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

آیت فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ الخ سے غلط استدلال

فاضل دوست نے اس آیت کو جوازِ متعہ کے لئے نصِ جلی قرار دیا ہے۔ جو بالکل غلط ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے (لفظ اِستمتاع کا مادہ مَتَعَ ہے۔ اسی سے تَمَتُّع، اِستمتاع اور تمتیع آتے ہیں۔ استمتاع کے معنے ہیں طلبِ تمتع یعنی دیر تک نفع اٹھانا، عربی میں بولتے ہیں :-

استمتع الرّجل بولدہٖ -

یعنی آدمی نے اپنے بیٹے سے فائدہ اُٹھایا۔

اس لئے اِستمتاع کے معنی لغوی صرف فائدہ اُٹھانے کے ہیں۔ نہ کہ تعلقاتِ زنا شوئی کے۔ اور متعہ کے معنے ایسی عورت سے فائدہ اٹھانا کے ہیں جسے تم اپنی بنا کر ہمیشہ رکھنا نہیں چاہتے ہو۔ دیکھو لسان العرب یا جیسا کہ امام راغب اصفہانی نے لکھا ہے کہ ایک مرد ایک

[1]۔ " استبصار ص ۲۳۰ ، ج ۳ - " ؛

عورت سے شرط کر لیتا تھا کہ مال کی اتنی مقدار اُسے دے گا ۔ اور مقررہ وقت تک اس سے فائدہ اُٹھائے گا ۔ استمتاع عام ہے ۔ اور مُتعہ لغتِ عرب میں خاص معنے میں استعمال ہوا ہے ۔ بڑے چھوٹے انسان کا ایک دوسرے سے فائدہ اُٹھانا ، اور باپ کا بیٹے سے فائدہ اُٹھانا ، استمتاع ہے ۔ لسان العرب میں زجاج کی رائے نقل کی ہے کہ اس آیت میں استمتاع کو متعہ کے معنے میں لے کر کچھ لوگوں نے لغت سے نادانی کی وجہ سے سنگین غلطی کی ہے ۔ اور شاہ عبدالعزیز رح فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں کا یہ خیال کہ یہ آیت ، متعہ کے موضوع پر نازل ہوئی ہے قطعاً غلط ہے ۔[1]

قرآن میں نہ صرف یہ کہ مُتعہ کے جواز کا کوئی اشارہ نہیں ہے بلکہ سچی بات یہ ہے کہ اُن کا رُخ اس کی حرمت کی طرف ہے ۔ باقی رہا زیرِ بحث آیت میں لفظ استمتاع سے استدلال تو بہت کمزور استدلال ہے ۔ مُتعہ نہ اس کا منطوق ہے نہ مدلول اور نہ مفہوم ۔ استمتاع عام ہے ۔ اس کے معنی مُتعہ کے لینا سنگین غلطی ہے ۔ جیسا کہ زجاج کا قول پہلے نقل کیا جا چکا ہے ۔

الفاظِ قرآنی پر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ قرآن نے قید لگائی ہے کہ تم اپنے مال عورتوں پر اس طرح خرچ کرو کہ ان کو قیدِ نکاح میں لانا مقصود ہو ۔ اور قیدِ نکاح جب ایک بار عائد ہو جاتی ہے تو اس سے زوجین کی زندگی میں نکلنے کی صورت سوائے طلاق کے اور کوئی قرآن نے نہیں بتائی ہے ۔ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ اسی پر تفریع ہے ۔ یعنی بطور نتیجہ آئی ہے کہ جب تم نے مقررہ مہر کے ساتھ ان سے نکاح کر لیا ہے ۔ تو اب چونکہ تم اس

سے فائدہ اُٹھا چکے ہو اس لئے ان کا پُورا مہر ادا کرنا تمہارے ذمہ واجب ہے ۔ قرآنِ مجید نے آیتِ بالا میں تقسیم بتائی ہے کہ مرد و عورت کے تعلقات کی دو ۲ قسمیں ہیں ۔:

ایک اِحصان ۔ دُوسرے مُسافحت ۔

(مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ) اِحصان یعنی نکاح کے مُقابلے میں مسافحت یعنی شہوت رانی ہے ۔ متعہ کو ہمیں ان دونوں میں سے ایک میں شمار کرنا ہو گا ۔ دونوں میں قدرِ مشترک مرد و عورت کا تعلق ہے ۔ دونوں میں قرآن نے یہاں حدِ فاصل یہ بتائی ہے ۔ احصان میں تعلق تابیدی ہوتا ہے ۔ مُسافحت میں وقتی ہوتا ہے ۔ اِحصان میں عورت کے مرد پر کچھ حقوق ہوتے ہیں ۔ مسافحت میں نہیں ہوتے ۔ احصان میں اولاد کی پرورش کا ذمہ دار باپ ہوتا ہے ۔ مسافحت میں نہیں [1] ۔ اس بناء پر متعہ صراحۃً مسافحت میں داخل ہے ۔ نہ کہ اِحصان میں بہرحال یہ کہنا کہ یہ آیتِ قرآنی ، لفظِ استمتاع کی وجہ سے متعہ کے جواز کو بتا رہی ہے صراحۃً اور علانیہ غلط ہے کیونکہ اس آیت میں مِنْهُنَّ کی ضمیر ان عورتوں کی طرف راجع ہے جن سے قرآن نے أُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ میں نکاح کو حلال قرار دیا ہے ۔ اور جن کے بارے میں ارشاد ہوا ہے :۔

" أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ " تم اُن کو اپنے مالوں کے بدلے حاصل کرو ۔ بشرطیکہ تم اِحصان کے طالب ہو ۔ بدکاری نہ کرنے والے ہو ۔ اگر قرآن غَيْرَ مُسَافِحِينَ کی صراحت کر رہا ہے تو پھر متعہ کی گنجائش کہاں ہے ؟ نکاح اور سفاح میں یہی فرق ہے

کہ نکاح سے مقصود نسل ہوتا ہے۔ اور زنا کا مقصد محض شہوت رانی ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے زنا اور متعہ میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ اولاد نہ زنا سے مقصود ہوتی ہے اور نہ متعہ سے۔ دونوں کا مقصد شہوت رانی ہے۔ اسی بناء پر متعہ کا دوسرا نام عاریۃ الفرج ہے جیسا کہ استبصار[1] میں بتایا گیا ہے۔:-

میں نے ابو عبداللہ سے دریافت کیا کہ مانگی ہوئی شرمگاہ یعنی عاریۃ الفرج کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے بتایا کہ کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

قرآن مجید نے غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ کہہ کر دونوں سے منع کر دیا ہے اور پھر اس پر بھی تو غور فرمائیے کہ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ کو گزشتہ آیت سے صرف فاء کے ذریعہ مربوط کیا گیا ہے۔ یعنی اس میں کوئی نیا حکم نہیں دیا جا رہا ہے بلکہ پہلے ہی حکم کا نتیجہ بتایا جا رہا ہے۔ اگر یہ مستقل حکم ہوتا تو فاء کی جگہ واو لاتے۔ اس لئے اس فقرے میں نکاح صحیح کے ذریعے استمتاع اور انتفاع مراد ہے۔ متعہ والے استمتاع اور انتفاع کا یہاں کوئی دور کا بھی اشارہ نہیں ہے اگر اس فقرے میں متعہ مراد ہو تو اول کلام اور آخر کلام میں تعارض ہو جائے گا کیونکہ آیت کے پہلے حصے میں تو نکاح اور شرائط نکاح کا ذکر ہو۔ اور آخر میں بلا شرط عورتوں سے نفسانی اور شہوانی انتفاع کی اجازت ہو۔ تعالیٰ کلام اللہ عن ذٰلک علواً کبیراً

---

[1] "استبصار ص ۷۵، ج ۲"

خلاصہ یہ ہوا کہ مذکورہ آیت سے صحیح نکاح مراد ہے [illegible] اور یہی رائے اہلِ سنّت کے اکثر مفسّرین کی ہے۔ جن مفسّرین نے اس آیت سے حلّتِ متعہ سمجھا ہے۔ ایک تو ان کی غلطی ہے اور دوسرے شیعہ حضرات کو ان کی تفسیر سے کوئی فائدہ بھی نہیں پہنچتا کیونکہ مفسّرین متعہ کی منسوخیت کے بھی قائل ہیں۔ جب کہ شیعہ حضرات کے ہاں یہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔ اور قیامت تک کے لئے ہے۔ لہٰذا کوئی شیعہ دوست ان مفسّرین کی تفسیر کو آڑ بنا کر متعہ کی حلت کا فتویٰ دیتا ہے تو ایمان داری کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اس کے منسوخ ہونے کا بھی فتوے دے۔ کیونکہ جن کی رائے سے استدلال کر رہا ہے انہی کی رائے یہ بھی ہے کہ متعہ منسوخ اور تا قیامت حرام ہے۔

آیت زیرِ بحث کے متعلق شیعہ فاضل کا دعویٰ ہے کہ یہ آیت حلّتِ متعہ پر نصِّ جلی ہے۔ اور اہلِ سنت کے تمام مفسّرین کرام نے کھل کر اس کی تائید کی ہے۔ ذیل میں ہم اہلِ سنت کے چند ایک مفسّرین کی تصریحات نقل کرتے ہیں جن کے مطالعہ کے بعد قارئین کرام خود اس بات کا اندازہ لگا لیں گے کہ شیعہ فاضل نے تقیہ پر عمل کرتے ہوئے سفید جھوٹ بولا ہے۔ کیونکہ اہلِ سنت میں سے کوئی بھی متعہ کی حِلّت کا قائل نہیں ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو:-

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی لکھتے ہیں:-

اکثرین مفسّرین کے نزدیک آیت میں متعہ مراد ہی نہیں ہے بلکہ صحیح نکاح کے بعد جماع سے بہرہ اندوز اور لذت گیر ہونا مراد ہے یعنی عورتوں سے نکاح کرنے کے بعد جب تم لذت یاب اور بہرہ اندوز

ہو گئے تو اُن کے مہر ادا کر دو۔

علامہ ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

وقد تكلف قوم من المفسرين فقالوا المراد بهذه الاية نكاح المتعة ثم نسخت بما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم انه نهى عن متعة النساء و هذا تكلف لا يحتاج اليه لان النبي صلى الله عليه وسلم اجاز المتعة ثم منع منها فكان قوله منسوخا بقوله (يعني بالسنة) واما الاية فانها لم تتضمن جواز المتعة وانما المراد بها الاستمتاع فی النکاح

بعض مفسرین کا یہ تکلف ہے کہ اس آیت سے متعہ مراد ہے۔ بعد ازاں آپؐ کے منع کرنے سے منسوخ ہو گیا۔ حالانکہ یہ بے فائدہ تکلف ہے کیونکہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے متعہ کی اجازت دی پھر آپؐ نے منع کر دیا۔ گویا آپؐ کے قول سے منسوخ ہو گیا۔ رہی مذکورہ آیت تو وہ جوازِ متعہ کو متضمن ہی نہیں ہے۔ اس سے تو مراد استمتاع فی النکاح ہے۔

٭ ٭ ٭

لہ۔ " تفسیر مظہری اردو ص ۳۵، ج ۳ "۔ ٭

لہ۔ " تفسیر آیات الاحکام ص ۴۶۰، ج ۱ "۔ ٭

۲:- مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رقمطراز ہیں:۔

اس آیت میں استمتاع سے بیویوں سے ہم بستر ہونا اور وطی کرنا مراد ہے۔

مولانا مفتی صاحب ذرا آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

لفظِ استمتاع کا مادہ م، ت، ع ہے۔ جس کے معنی کسی فائدہ کے حاصل ہونے کے ہیں۔ کسی شخص یا مال سے کوئی فائدہ حاصل کیا تو اس کو استمتاع کہتے ہیں۔ عربی قواعد کی رو سے کسی کلمہ کے مادے میں س اور ت کا اضافہ کر دینے سے طلب و حصول کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لغوی تحقیق کی بنیاد پر فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ کا سیدھا مطلب پوری اُمت کے نزدیک خلفاً عن سلف وہی ہے جو ہم نے ابھی اُوپر بیان کیا ہے۔ لیکن ایک فرقہ کا کہنا ہے کہ اس سے اصطلاحی متعہ مراد ہے۔ اور ان لوگوں کے نزدیک یہ آیت متعہ حلال ہونے کی دلیل ہے۔ حالانکہ متعہ جس کو کہتے ہیں اس کی صاف تردید قرآن کریم کی آیت بالالفاظ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ سے ہو رہی ہے۔ جس کی تشریح آگے آ رہی ہے۔

متعہ اصطلاحی جس کے جواز کا ایک فرقہ مدعی ہے یہ ہے کہ ایک مرد کسی عورت سے یوں کہے کہ اتنے دن کے لئے اتنے پیسے یا فلاں جنس کے عوض میں تم سے متعہ کرتا ہوں۔ متعہ اصطلاحی کا اس آیت سے کوئی

لہ۔ " معارف القرآن ص ۳۶۵، ج ۲ "۔ ٭

تعلق نہیں ہے۔ محض مادۂ اشتقاق کو دیکھ کر یہ فرقہ مدعی ہے کہ آیت سے حلتِ متعہ کا ثبوت ہو رہا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جب دوسرا معنی بھی کم از کم محتمل ہے۔ (گو ہمارے نزدیک متعین ہے) تو ثبوت کا راستہ کیا ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ قرآنِ مجید نے محرمات کا ذکر فرما کر یوں فرمایا ہے:۔

کہ ان[1] کے علاوہ اپنے اموال کے ذریعہ حلال عورتیں تلاش کرو اس حال میں کہ پانی بہانے والے نہ ہوں۔ یعنی محض شہوت رانی مقصود نہ ہو۔ اور ساتھ ہی ساتھ مُحْصِنِیْنَ کی بھی قید لگائی ہے۔ یعنی یہ کہ عفت کا دھیان رکھنے والے ہوں۔ متعہ چونکہ مخصوص وقت کے لئے کیا جاتا ہے اس لئے اس میں نہ حصولِ اولاد مقصود ہوتا ہے نہ گھر بار بسانا، اور عفت و عصمت۔ اور اس لئے جس عورت سے متعہ کیا جائے اس کو فریقِ مخالف زوجہ وارثہ بھی قرار نہیں دیتا۔ اور اس کو ازواجِ معروفہ کی گنتی میں شمار نہیں کرتا۔ اور چونکہ مقصد محض قضاءِ شہوت ہے اس لئے مرد و عورت عارضی طور پر نئے نئے جوڑے تلاش کرتے رہتے ہیں۔ جب یہ صورت ہے تو متعہ عفت و عصمت کا ضامن نہیں بلکہ دشمن ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں محمد الامین بن محمد المختار الشنقیطی لکھتے ہیں:۔

[1] ۔ "معارف القرآن ص ۳۶۶ ج ۲ ۔" ؞

۱:۔ فالآیة[1] فی عقد النکاح لا فی نکاح المتعة کما قال به من لا یعلم معناها

آیت زیرِ بحث میں نکاحِ شرعی مراد ہے۔ متعہ نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض بے علم لوگوں نے رائے قائم کی ہے۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:۔

۲:۔ وسیاق[2] الآیة التی نحن بصددها یدل دلالة واضحة علیٰ ان الآیة فی عقد النکاح کما بینا لا فی نکاح المتعة

آیت کے سیاق کی دلالت نکاحِ شرعی پر واضح ہے۔ نکاحِ متعہ پر نہیں۔

؞ ؞ ؞

۳:۔ حضرت مولانا سید احمد حسن محدث دہلوی مرحوم فرماتے ہیں:۔

اگرچہ بعض مفسرین نے اس آیت سے چند روزہ نکاح کے جائز ہونے کا مطلب نکالا ہے۔ جس کو متعہ کہتے ہیں۔ لیکن اوائلِ اسلام میں یہ نکاحِ چند روزہ جائز تھا۔ اب قطعی حرام ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں فتحِ مکہ یا حجة الوداع کے وقت بطور وعظ کے آپؐ نے جو لوگوں کو مخاطب ٹھہرا کر حدیث فرمائی ہے اس میں صاف فرما دیا ہے کہ یہ نکاح اب قیامت تک حرام ہے۔ اس واسطے صحیح معنے آیت کے وہی ہیں

[1] ۔ "تفسیر اضواء البیان ص ۳۲۲، ج ۱ ۔" ؞

[2] ۔ "تفسیر اضواء البیان ص ۳۲۵، ج ۱ ۔" ؞

جو مجاہد رحؒ نے بیان کئے ہیں کہ جن عورتوں سے تم نے نکاح کیا۔ اور اُن سے گھرداری کی۔ اُن کا مہر ادا کرنا تم پر واجب ہے۔ اب ٹھہرا ہوگا تو وہ دو۔ نہیں تو رواجِ خاندان کے موافق مہر مثل دو۔ ؎۱

۴:- تفسیر حُسینی میں ہے:- ؎۲

فما استمتعتم بہ پس ہر کہ برخوردارے یافتہ اید بدو ومنھن از زنان بسببِ نکاح فآتوھن پس بدہید ایشان را اجورھن مہرھای ایشان۔	نکاح کے سبب جن عورتوں سے تم لذت اندوز ہوئے ہو تو اُن کے حق مہر ادا کرو۔

۵:- تفسیراتِ احمدیہ میں ہے:- ؎۳

یعنی من استمتعتم بہ منھن ونکحتموھن فاتوھن اجورھن ای مھورھن	استمتعتم کا معنی نکاحِ صحیح ہے۔ اور اجور کا معنی حق مہر ہے۔

۶:- تفسیر جامع البیان میں ہے کہ:- ؎۴

فما استمتعتم بہ منھن ای من تمتعتم بہ	آیت کا معنی یہ ہے کہ جن عورتوں سے نکاح کر کے تم فائدہ

؎۱ ۔ " احسن التفاسیر ص ۳۰۸، ج ۱ - " ؛

؎۲ ۔ " تفسیر حسینی ص ۹۵، ج ۱ - " ؛ ؎۳ تفسیرات احمدیہ ص ۲۶۱ - " ؎۴ تفسیر جامع البیان ص ۱۲۲، ج ۱ - " ؛

من المنکوحات فاتوھن اجورھن مھورھن۔	اُٹھاؤ۔ اُن کو اُن کے حق مہر ادا کرو۔

۷:- اعظم التفاسیر میں ہے کہ:- ؎۱

لیکن ان محرمات کے علاوہ دوسری عورتیں تمہارے حق میں اُس وقت حلال ہوسکتی ہیں جب تم ان کا مہر مقرر کردو۔ اور نکاح سے غرض تعفف و پاک دامنی ہو۔ صرف گندا پانی ڈالنا مقصود نہ ہو۔ تو جب تم نے اُن سے مزا اُٹھایا ہے تو اُن کے مہر اُن کے حوالہ کردو۔ اگرچہ بعض لوگ اس آیت کے ظاہری معنی سے چند روزہ نکاح کے جواز پر استنباط کر کے متعہ کی اباحت کے قائل ہوگئے ہیں لیکن جب آیت کے سیاق و سباق اور احادیثِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر غائر نظر ڈالی جاتی ہے تو صاف واضح ہوتا ہے کہ بلاشبہ یہ نکاحِ چند روزہ ابتداءِ اسلام میں جائز تھا۔ مگر بعد کو قطعاً حرام ہوگیا۔ چنانچہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتحِ مکہ کے دن صاف طور پر فرمادیا کہ نکاحِ چند روزہ یعنی متعہ اب قیامت تک حرام ہے۔

۸:- تفسیر حقانی میں ہے:- کہ

جمہور کے نزدیک یہاں بھی نکاح مراد ہے۔ اس کو اس لئے بیان کیا ہے کہ جب عورت نے نکاح کر کے صحبت کر لی تو نفع اُٹھالیا۔

؎۱ ۔ " اعظم التفاسیر ص ۷۰، حصہ پنجم - " ؛

س کا پورا مہر واجب ہو گیا ۔ [1]

۹-: تفسیر قادری میں ہے :- کہ

پس جو کہ فائدہ اُٹھایا تم نے ساتھ اُس کے عورتوں سے بہ سبب نکاح کے پس دو اُنہیں مہر اُن کے ۔ [2]

۱۰-: علامہ آلوسی بغدادی لکھتے ہیں :-

وهذه الآية لا تدل على الحل والقول بانها نزلت في المتعة وتفسير البعض لها بذلك غير مقبول لان نظم القرآن يأباه حيث بين سبحانه اولاً المحرمات ثم قال عز شانه واحل لكم ما وراء ذلكم ان تبتغوا باموالكم وفيه شرط بحسب المعنى فيبطل تحليل الفرج واعارته وقد قال بهما

اس آیت میں اس بات کا کوئی اشارہ نہیں ہے کہ یہ متعہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے ۔ اور جن لوگوں نے متعہ سے تفسیر کی ہے تو وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ نظم قرآنی اس کی تردید کرتی ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محرمات کا ذکر فرمانے کے بعد فرمایا کہ ان مذکورہ محرمات کے علاوہ اللہ تعالےٰ نے عورتیں تمہارے لئے حلال کر دی ہیں جب کہ مال "مہر" خرچ کر کے تم انہیں حاصل کرو ۔ اس میں مال (مہر) خرچ کرنے کی شرط لگائی گئی ہے ۔

[1] ۔ " تفسیر قادری ص ۱۵۹ ، ج ۱ ۔ " [2] تفسیر حقانی ص ۲۱۲ ، ج ۳ ۔ "
[3] ۔ " تفسیر روح المعانی ص ۶ ، ج ۵ ۔ "

الشيعة ثم قال جل وعلا مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وفيه اشارة الى النهي عن كون القصد مجرد قضاء الشهوة وصب الماء واستفراغ اوعية المني فبطلت المتعة بهذا القيد لان مقصود المتمتع ليس الا ذلك دون التأهل والاستيلاد وحماية الذمار والعرض ولذا تجد المتمتع بها في كل شهر تحت صاحب وفي كل سنة بحجر ملاعب فالاحصان غير حاصل في امرأة المتعة اصلا ولهذا قالت الشيعة ان المتمتع الغير الناكح اذا زنى لا رجم عليه ثم فرع سبحانه على حال النكاح قوله

لہذا عورت کو دُوسرے کے لئے مُباح کرنا اور عاریۃً دینا باطل ہو گیا ۔

حالانکہ یہ دونوں صُورتیں شیعہ لوگ جائز سمجھتے ہیں ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے "محصنین غیر مسافحین" کے الفاظ فرما کر بتا دیا کہ نکاح کا مقصد محض شہوت رانی اور منی گرانا نہیں ہے ۔ لہذا اس قید سے بھی متعہ باطل ہو گیا ۔ کیونکہ متعہ کرنے والے کا مطمعِ نظر محض شہوت رانی ہوتا ہے ۔ مُستقل بیوی بنانا اور اولاد حاصل کرنا اور عزت و آبرو کی حفاظت کرنا مقصود نہیں ہوتا ۔

یہی وجہ ہے کہ ممتوعہ عورت ہر ماہ مختلف اشخاص کے استعمال میں آتی ہے ۔ اور ہر سال نئے آدمی کی تلاش میں ہوتی ہے ۔ لہٰذا ممتوعہ عورت کو کسی قسم کا احصان حاصل نہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ شیعہ

عزّ من قائل فاذا استمتعتم وهو يدل على ان المراد بالاستمتاع هو الوطئ والدخول لا الاستمتاع بمعنى المتعة التی يقول بها الشيعة والقراءة التی ينقلونها عمن تقدم من الصحابة رض شاذة [1]

کے نزدیک متعہ کرنے والے پر رجم نہیں ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالےٰ بطور تفریح فرماتے ہیں :- " فَاِذَا اسْتَمْتَعْتُمْ " یہ الفاظ اس بات پر دال ہیں کہ استمتاع سے مراد وطی اور دخول ہے استمتاع سے وُہ استمتاع مراد نہیں۔ جس کے شیعہ قائل ہیں۔

اور اس آیت میں صحابہ رض کرام سے جو وُہ قراءت " فما استمتعتم بہ منھن الیٰ اجل مسمیٰ " نقل کرتے ہیں وُہ شاذ ہے۔

۱۰:- علامہ آلوسی بغدادی آگے چل کر پھر لکھتے ہیں :-

وبالجملة الاستدلال بهذه الاية على حل المتعة ليس بشيء كما لا يخفى ولا خلاف الان بين الائمة وعلماء الامصار الا الشيعة فی عدم جوازها [1]۔

خلاصہ مختصر یہ ہے کہ آیت سے حلتِ متعہ پر استدلال کرنا غلط ہے۔ جیسے کہ یہ بات اہلِ علم پر مخفی نہیں ہے۔ اور اب متعہ کے عدم جواز پر سوائے شیعہ کے تمام ائمہ اور علمائے امت کا اتفاق ہے۔

[1]۔ " تفسیر روح المعانی ص ۶ ج ۵۔ " ؛

۱۱:- علامہ قرطبی لکھتے ہیں :- [1]

اختلف العلماء فی معنى الاية فقال الحسن و مجاهد وغيرهما المعنى فما انتفعتم وتلذذتم بالجماع من النساء بالنكاح الصحيح فآتوهن اجورهن ای مهورهن

اس آیت کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے۔ حسن اور مجاہد وغیرہ سے روایت ہے کہ یعنی عورتوں سے جب تم انتفاع وتلذذ بجماع نکاح شرعی حاصل کرو تو انہیں اُن کے مہر دے دیا کرو۔

۱۲:- نیز آگے چل کر امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :- [2]

قال ابن خويز منداد لا يجوز ان تحمل الاية على جواز المتعة لان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن نكاح المتعة وحرمه ولان الله تعالى قال فانكحوهن باذن اهلهن ومعلوم

ابن خویز منداد کہتے ہیں کہ اس آیت کو متعہ کے جواز پر محمول کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے متعہ سے منع کر دیا تھا۔ اور اُسے حرام قرار دے دیا تھا۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اُن کے اہل کی اجازت سے اُن کے ساتھ

[1]۔ " قرطبی ص ۱۲۹، ج ۵۔ " ؛

[2]۔ " تفسیر قرطبی ص ۱۳۰، ج ۵۔ " ؛

ان نکاح باذن اھلھن ھو النکاح الشرعی بولی وشاھدین ونکاح المتعة لیس کذالک

نکاح کرو۔ یہ بات سبھی کو معلوم ہے کہ اہل کی اجازت سے جو نکاح ہوتا ہے وہ وہی شرعی نکاح ہوتا ہے۔ جس میں ولی اور دو گواہ موجود ہوں۔ اور نکاح متعہ کی یہ پوزیشن نہیں ہے۔ (کیونکہ اس میں ولی اور گواہ نہیں ہوتے۔)

حضرت سعید بن مسیّب رض فرماتے ہیں کہ:-

اس آیت کو میراث کی آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔ کیونکہ متعہ میں میراث نہیں ہوتی۔

۱۳:- علامہ قرطبی ایک دوسرے مقام پر زیادہ صراحت سے لکھتے ہیں:-

وسائر العلماء والفقھاء من الصحابة والتابعین والسلف الصالحین علی ان ھذہ الآیة منسوخة وان المتعة حرام[1]

صحابہ رض، تابعین رح اور تمام علماء و فقہاء اور سلف صالحین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور متعہ حرام ہے۔

مفسرین میں سے جن حضرات نے اس آیت سے متعہ مراد لیا ہے وہ اُسے منسوخ مانتے ہیں۔ لہٰذا شیعہ حضرات کو ہمارے ان مفسرین سے جنہوں نے اس آیت سے متعہ مراد لیا ہے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ کیونکہ

۱؎ - " تفسیر قرطبی ص ۱۳۳، ج ۵۔" ٭

وہ اس کے منسوخ ہونے کے بھی قائل ہیں:

۱۴:- چنانچہ امام قرطبی[1] فرماتے ہیں:-

قال الجمھور المراد نکاح المتعة الذی کان فی صدر الاسلام وقرأ ابن عباس وأبیّ وابن جبیر فما استمتعتم بہ منھن الی اجل مسمّٰی فاٰتوھن اجورھن ثم نھی عنھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم

جمہور مفسرین کے نزدیک اس آیت سے وہ نکاح متعہ مراد ہے جو ابتداءِ اسلام میں (ضرورت کے مواقع پر) جائز تھا۔ ابن عباس رض، اُبی (ابن کعب) اور ابن جبیرؒ سے منھن کے بعد الیٰ اجلِ مسمّٰی کی قراءت بھی مروی ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (متعہ سے) منع کر دیا تھا۔

۱۵:- ترجمان القرآن میں حضرت نواب صدیق حسن خان رح فرماتے ہیں:-

جمہور[2] نے یہ کہا ہے کہ مراد اس سے نکاح متعہ ہے۔ جو صدرِ اسلام میں تھا۔ آدمی کسی عورت سے ایک وقت مقرر تک نکاح کرتا۔ ایک رات یا دو رات یا ایک ہفتہ کپڑے یا کسی اور چیز پر پھر اپنا مطلب نکال کر اس کو چھوڑ دیتا۔ یہ نکاح فتح مکہ یا حجۃ الوداع میں منسوخ ہو گیا۔ سعید بن جبیر رح نے کہا ناسخ اس کا آیتِ میراث ہے۔ اس لئے کہ

۱؎ - " قرطبی ص ۱۳۰، ج ۵۔" ٭

۲؎ - " ترجمان القرآن ص ۶۲۴، ج ۱، پ ۵۔" ٭

متعہ میں میراث نہیں ہوتی۔

۱۶:- حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

وقد استدل بعموم هٰذه الاٰية علٰى نكاح المتعة ولا شك انّه كان مشروعًا فى ابتداء الاسلام ثمّ نسخ بعد ذلك[۱]

اِس آیت کے عموم سے بعض لوگوں نے نکاح متعہ سمجھا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نکاحِ متعہ ابتداءِ اسلام میں مشروع تھا۔ بعد ازاں منسوخ ہو گیا۔

۱۷:- آگے چل کر حافظ ابنِ کثیر رح مجاہدؒ کا قول نقل کرتے ہیں:-

نزلت فى نكاح المتعة[۲] ولكن الجمهور على خلاف ذٰلك والعمدة ما ثبت فى الصحيحين عن امير المؤمنين على بن ابي طالب قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن نكاح المتعة وعن لحوم الحمر الاهلية يوم خيبر

کہ زیرِ بحث آیت نکاحِ متعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن جمہور اس کے خلاف ہیں۔ اور اس کا بہترین فیصلہ صحیحین کی حضرت علیؓ والی روایت کر دیتی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خیبر والے دن نکاحِ متعہ اور گھریلو گدھوں کے گوشت سے منع فرما دیا۔

۱۸:- امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

۱ - " ابنِ کثیر ص ۲۴۴، ج ۲ - " ٭

۲ - " ابنِ کثیر ص ۲۴۵، ج ۲ - " ٭

اِس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے دو قول ہیں:-

۱:- یہ اکثر علماءِ اُمت کا قول ہے کہ مراد اس آیت سے ابتغاءِ النّساء بالاموال علٰی طریق النّکاح ہے۔

۲:- دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت سے حکمِ متعہ مراد ہے۔ اور تمام علماء اس بارے میں متفق ہیں کہ یہ نکاح ابتداءِ اسلام میں مُباح تھا۔ (بعد ازاں حرام ہو گیا)

۱۹:- پھر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:-

واختلفوا فى انّها هل نسخت ام لا فذهب السواد الاعظم من الامة الى انها صارت منسوخة[۳]

مذکورہ آیت کے مُحکم و منسُوخ ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اُمت کے سوادِ اعظم کے نزدیک یہ آیت منسوخ ہو گئی ہے۔ اور حضرت ابنِ عباس رضؓ کے اس بارے میں تین اقوال منقول ہیں۔ جن میں سے ایک قول میں حضرت ابنِ عباس رضؓ اس آیت کے منسُوخ ہونے کے قائل ہیں۔

۲۰:- تفسیر بیضاوی میں ہے:-

وقيل نزلت الاٰية[۴] فى المتعة التى كانت ثلثة ايام حين فتحت مكة ثمّ نسخت لما روى انّه عليه الصلوٰة و

یعنی بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت مُتعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جو فتحِ مکہ کے موقع پر صرف تین دن کے لئے مُباح قرار دیا گیا تھا۔ لیکن بعد ازاں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے مُتعہ

۳ - " تفسیر کبیر ص ۲۰۰ - " ٭

۴ - " تفسیر بیضاوی ص ۱۰۱، ج ۱ - " ٭

والسّلام اباح ثمّ اصبح یقول یا ایھا النّاس انی کنت امرتکم بالاستمتاع من ھذہ النساء الا انّ اللّٰہ حرّم ذٰلک الی یوم القیامۃ وجوزھا ابن عباس ثمّ رجع عنہ۔

کے مُباح ہونے کا حکم منسوخ کرتے ہوئے اعلان فرما دیا کہ لوگو! مَیں نے تمہیں ان عورتوں کے ساتھ متعہ کی اجازت دی تھی۔ خبردار سُن لو! اب اللّٰہ تعالیٰ نے اُسے قیامت تک کے لئے حرام قرار دے دیا ہے۔

۲۱:۔ ترجمان القرآن میں ہے :۔

[1]"فما استمتعتم بہٖ منھنّ" سے مراد نکاحِ صحیح ہے۔ حسن و مجاھد وغیرھما نے یوُں ہی کہا ہے۔ یعنی جن عورتوں سے تم نے نکاحِ شرعی سے اِنتِفاع و تَلَذُّذ حاصل کیا۔ مزا اُڑایا۔ اُن کا مہر دینا تم پر واجب ہو گیا۔ خواہ مُسَمّیٰ ہو یا مہرِ مِثل۔

۲۲:۔ مولانا پیر کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں :۔

[2]اس آیت سے متعہ روافض پر استدلال کرنا سراسر باطل ہے۔ کیونکہ محصنین غیر مسافحین کے الفاظ اس کی صراحۃً تردید کرتے ہیں۔ نیز حضور کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اسے حجۃ الوداع کے موقع پر قیامت تک کے لئے حرام کر دیا تھا۔

---

[1] ترجمان القرآن ص ۴۲۴ پ ۵ ۔

[2] ۔ "ضیاء القرآن ص ۳۳۴ ، ج ۱۔"

۲۳:۔ علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللّٰہ علیہ لکھتے ہیں :۔

[1]وفی فحوی الآیۃ من الدلالۃ علیٰ انّ المراد النکاح دون المتعۃ

مضمونِ آیت اِس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں نکاحِ صحیح مراد ہے۔ مُتعہ نہیں۔

۲۴:۔ تفسیر المراغی میں ہے :۔

[2]ونکاح المتعۃ (وھو نکاح المرأۃ الی اجلٍ معین کیوم او اسبوع اوشھر) کان مرخصًا فیہ فی نکاح بدء الاسلام واباحہ النبیّ لاصحابہٖ فی بعض الغزوات لبعدھم عن نسائھم فرخص فیہ مرّۃ او مرّتین خوفًا من الزنا فھو من ارتکاب اخف الضررین ثمّ نھیٰ عنہ نھیًا مؤبدًا لانّ المتمتع لا یکون مقصدہ الاحصان وانّما یکون مقصدہ المسافحۃ

نکاحِ مُتعہ (جو ایک مُعین مدّت کے لئے نکاح کرنے کا نام ہوتا ہے۔ جیسے ایک دن، ایک ہفتہ یا ایک ماہ کے لئے۔

شرُوع اسلام میں اِس کی رُخصت تھی۔ اور آپ نے صحابہؓ کے اپنی عورتوں سے عرصہ تک جُدا رہنے کی وجہ سے بعض غزوات میں اس کو مُباح فرمایا تھا۔ آپ نے اس کی ایک دو مرتبہ زنا میں واقع ہو جانے کے خوف سے اِس کی رُخصت عطا فرمائی تھی۔ پس یہ دو مضر چیزوں میں سے اَخف کا اِرتِکاب تھا۔ بعد ازاں

---

[1] ۔ "فتح المُلہم شرح مُسلم صحیح ص ۴۴۴ ، ج ۳ ۔"

[2] ۔ "تفسیر المراغی ص ۸ ، ج ۵ ۔"

وللاحادیث المصدقة بتحریمه تحریمًا مؤبدًا الی یوم القیامة ولنهی عمر فی خلافته واشارته بتحریمه علی المنبر واقرار الصحابة له علی ذلك؛

آپ نے ہمیشہ کے لئے اُسے منع کر دیا۔ کیونکہ تمتع کنندہ کا مقصد احصان نہیں ہوتا۔ اس کا مقصد تو صرف شہوت رانی ہوتا ہے اور احادیثِ صحیحہ میں اس کی حرمت تا قیامت ثابت ہے۔ اور حضرت عمر رضؓ نے اپنی خلافت میں مُتعہ کی حُرمت منبر پر تمام صحابہؓ کی موجودگی میں بیان فرمائی۔ اور صحابہؓ نے اس سلسلہ میں آپؓ کی موافقت فرمائی۔

حضرت مولانا محمودالحسن صاحب محصنین غیر مسافحین کے تحت لکھتے ہیں:۔

یعنی جن عورتوں کی حُرمت بیان ہو چکی۔ اُن کے سوا سب حلال ہیں چار شرطوں کے ساتھ:۔

اوّل یہ کہ طلب کرو۔ یعنی زبان سے ایجاب و قبول دونوں طرف سے ہو جائے۔

دوم یہ کہ مال یعنی مہر دینا قبول کرو۔

سوم یہ کہ اُن عورتوں کو قید میں لانا اور اپنے قبضہ میں رکھنا مقصود ہو۔ صرف مستی نکالنا اور شہوت رانی مقصود نہ ہو۔ جیسا کہ زنا میں ہوتا ہے۔ یعنی ہمیشہ کے لئے وہ اُس کی زوجہ ہو جائے۔ چھوڑے بغیر کبھی نہ چھوٹے۔ مطلب یہ کہ کوئی مدت مقرر نہ ہو۔ اس سے متعہ کا حرام

لہ۔ "حاشیہ قرآن ص ۱۰۵۔"؛

ہونا معلوم ہو گیا۔ جس پر اہلِ حق کا اِجماع ہے۔

۲۵:- سیّد رشید رضا صاحب اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

وذهبلہ الشیعة الی ان المراد بالایة نکاح المتعة

اس آیت سے صرف شیعہ حضرات متعہ مُراد لیتے ہیں۔

سیّد رشید رضا کے بیان کے مُطابق ثابت ہوا کہ اب اہلِ سنّت میں سے کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں ہے کہ اس آیت سے مُتعہ مراد ہے۔ جبھی تو انہوں نے اس آیت سے جوازِ متعہ کے لئے اِستدلال کرنا صرف شیعہ کی طرف منسُوب کیا ہے۔

مذکورہ بالا مُفسّرین کے تمام حوالجات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی ہے۔ کہ اہلِ سنّت کے ائمہ مفسّرین میں سے کوئی بھی متعہ کے جواز کا قائل نہیں ہے۔ اور مذکورہ آیت سے متعہ کے جواز پر اِستدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اوّلاً تو اس آیت سے مُتعہ مراد ہی نہیں ہے۔ بلکہ نکاحِ شرعی مراد ہے۔

ثانیاً اگر مان بھی لیا جائے۔ کہ اس آیت سے نکاحِ متعہ ہی مراد ہے تو وُہ منسُوخ ہو چکا ہے۔ اہلِ سنت کے ائمہ مفسّرین میں سے جنہوں نے اس آیت کی تفسیر متعہ سے کی ہے، وُہ بھی اس کے منسُوخ ہونے کے قائل ہیں۔ جیسا کہ ہم با دلائل ثابت کر چکے ہیں۔

لہ۔ "تفسیر المنار ص ۱۳، ج ۵۔"؛

لہذا فاضل شیعہ کا بلند بانگ دعوی کہ یہ حلت متعہ پر نص جلی ہے اور تمام مفسرین اہل سنت نے کھل کر اس کی تائید کی ہے۔ صریحاً غلط بیانی، مغالطہ دہی اور کذب و افتراء ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

آیت زیر بحث میں ایک شاذ قراءت جو ابن عباسؓ، ابی بن کعبؓ وغیرہ سے مروی ہے۔ جس میں الی اجل مسمّی کے الفاظ آئے ہیں۔ جس سے شیعہ حضرات نے متعہ کی حلت پر استدلال کیا ہے۔ مگر یہ استدلال کئی ایک وجوہ سے مخدوش ہے۔

۱:- اوّلاً:-

یہ الفاظ بطور قرآن ثابت نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر یہ الفاظ قرآن کے ہوتے تو مصحف عثمانی رضؓ میں ضرور درج ہوتے۔ اور تمام صحابہؓ اور امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ جو کچھ مصحف عثمانی میں ہے وہی قرآن ہے۔ اور جو اس میں درج نہیں وہ قرآن نہیں ہے۔ "الی اجل مسمّی" کے الفاظ چونکہ قرآن میں درج نہیں ہیں لہذا قرآن کے الفاظ سمجھ کر ان سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

علامہ شنقیطیؒ فرماتے ہیں:-

والاکثر الاصولیین علی ان ما قراٗہ الصحابی علی انہ قراٰن ولم یثبت کونہ قراٰناً[1] لا یستدل بہ علی شیء لانہ باطل من اصلہ لانہ لما لم ینقلہ الا علی انہ قراٰن نبطل کونہ قراٰناً ظھر بطلانہ من اصلہ

اکثر اصولیوں کا مسلک یہ ہے کہ صحابی رضؓ جو الفاظ بطور قرآن پڑھے۔ اور وہ الفاظ بطور قرآن ثابت نہ ہوں تو اس سے استدلال نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کی اصلیت ہی باطل ہے۔

۲:- ثانیاً:-

اگر ہم مان لیں کہ یہ الفاظ خبر واحد کی طرح قابل استدلال ہیں۔ جیسا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے۔ تو بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ الفاظ اس دلیل کے خلاف ہیں۔ جو اس سے زیادہ قوی ہے۔ یعنی اجماع امت۔

نیز ان احادیث کے بھی خلاف ہے جو نکاح متعہ کی حرمت میں صریح، قطعی ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کی تحریم تا قیامت بیان کر دی ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی سبرہ بن معبد جہنی رضؓ کی روایت سے ثابت ہے۔ جو پہلے نقل کی جا چکی ہے۔

۳:- ثالثاً:-

اگر ہم جدلی طور پر یہ تسلیم بھی کر لیں کہ یہ آیت حلت متعہ پر دلالت کرتی ہے۔ تو شیعہ حضرات کو پھر بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچتا کیونکہ اس

[1] "تفسیر اضواء البیان ص ۳۲۳، ج ۱۔"

کی اباحت منسُوخ ہوچکی ہے۔ جیساکہ متفق علیہا احادیث سے اِس کا نسخ ثابت ہے۔

ابُوبکر رازی لکھتے ہیں :-

لا یجوز اثبات الاجل فی التلاوۃ عند احد من المسلمین فالاجل اذاً غیر ثابت فی القرآن[1]

اجل مُسمّیً کے الفاظ قرآنِ پاک کی تلاوت میں کسی مُسلمان کے نزدیک ثابت نہیں ہیں۔ لہذا یہ قرآنی الفاظ نہیں ہیں۔

الیٰ اجلِ مُسمّیً کے متعلق علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں :-

فقراءۃ بخلاف ما جآءت بہ مصاحف المسلمین وغیر جائز لاحد ان یلحق فی کتاب اللہ تعالیٰ شیئاً لم یأت بہ الخبر القاطع[2]

ان الفاظ کی قراءت شاذ ہونے کی بنا پر اُمت کے مُتفقہ قرآن کے خلاف ہے۔ بنابریں کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ قرآن میں کسی چیز کو شامِل کردے جس کا قرآن ہونا قطعیت سے ثابِت نہ ہو۔

[1] ۔ " بحوالہ فتح الملہم ص ۲۴۳ ج ۳ ۔" ⁂

[2] ۔ " بحوالہ فتح الملہم ص ۲۴۴ ج ۳ ۔" ⁂

آیت فما استمتعتم اور حضرت ابنِ عباسؓ

ترجمان القرآن حضرت ابنِ عباسؓ[1] اِس آیت کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں :-

ان تبتغوا تزوجوا باموالکم (الی الاربع) ویقال ان تشتروا باموالکم من الاماء ویقال ان تبتغوا باموالکم فروجھن وھی المتعۃ وقد نسخت الآن محصنین، متزوجین غیر مسافحین غیر زانین بلا نکاح فما استمتعتم استنفعتم بہ منھن بعد النکاح فاٰتوھن اُجورھن فریضۃ مھورھن کاملۃ ولا جناح علیکم ولا جرم علیکم فیما تراضیتم بہ فیما تنفعون وتزیدون فی المھر بالتراضی من

ان تبتغوا کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ اپنے اموال خرچ کرکے چار عورتوں تک نکاح کرسکتے ہو۔ اور یہ معنیٰ بھی بیان کیا گیا ہے۔ کہ تم مال خرچ کرکے متعہ کرو۔ لیکن یہ متعہ اب منسوخ ہو گیا ہے۔ محصنین کا معنی نکاح کرنے والے اور غیر مسافحین کا معنیٰ غیر زانی فما استمتعتم کا معنیٰ نکاح کے بعد فائدہ اُٹھانا۔ اجُورھن کا معنیٰ کامل مہر ہے اور ولا جناح علیکم کا معنیٰ ان پر کوئی گناہ نہیں فی ما تراضیتم کا معنی مہر کی قرار داد ہو جانے کے بعد آپس کی رضامندگی سے تمہارے درمیان مہر کی کمی بیشی کے سِلسلہ میں اگر کوئی سمجھوتہ ہو

[1] تفسیر ابن عباس رضؓ ۔" ⁂

بعد الفريضة الاولى التي ستيتم لها۔ ان الله كان عليما۔ فيما احل لكم النكاح حكيما فيما حرم عليكم المتعة

جائے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اللہ نے نکاح تمہارے لئے حلال کیا ہے۔ اس کے لئے وہ علیم ہے۔ اور متعہ حرام کیا ہے۔ اس کے لئے وہ حکیم ہے۔

حرمتِ متعہ پر اجماعِ امّت

متعہ کے تا قیامت حرام ہونے پر جیسے تمام صحابہ رض کا اجماع ہے ایسے ہی صحابہ کے بعد تابعین، ائمہ دین اور تمام علماءِ امت کا بھی اس کی حرمت پر اجماع ہے۔ چنانچہ ذیل میں کتبِ اہلِ سنت سے اس سلسلہ میں مختلف تصریحات ملاحظہ فرمائیں:۔

۱:۔ مغنی ابنِ قدامہ میں ہے:۔

وهذا قول عامة الصحابة والفقهاء[۱]

متعہ کا حرام ہونا تمام صحابہ رض، اور فقہاءِ امت کے درمیان متفق علیہ ہے۔

۲:۔ ابو بکر حازمی رح فرماتے ہیں:۔

فلم يبق اليوم في ذلك

سوائے بعض شیعہ روافض کے

۱۔ "ابنِ قدامہ ص ۵۷۱، ج ۷۔"

خلاف بين فقهاء الامصار وائمة الامة الا شيئا ذهب اليه بعض الشيعة[۱]

تمام فقہاء اور ائمہ دین کا حرمتِ متعہ پر اتفاق ہے۔ آج کوئی بھی اس کی حلت کا قائل نہیں ہے۔

۳:۔ سید سابق رح فرماتے ہیں:۔

وهو زواج متفق على تحريمه بين ائمة المذاهب[۲]

متعہ ایک ایسا عقد ہے جس کی حرمت تمام مذاہب میں متفق علیہ ہے۔

۴:۔ ابنِ منذر رح فرماتے ہیں:۔

جاء عن الاوائل الرخصة فيها ولا اعلم اليوم احدا يجيزها الا بعض الرافضة ولا معنى لقول يخالف كتاب الله و سنة رسوله[۳]

شروع اسلام میں متعہ کرنے کی رخصت تھی۔ لیکن آج سوائے شیعہ رافضیوں کے کوئی بھی اس کو جائز قرار نہیں دیتا۔ اور رافضیوں کا قول چونکہ کتاب و سنت کے خلاف ہے۔ لہٰذا اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

۵:۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

۱۔ "کتاب الاعتبار ص ۳۳۱۔"

۲۔ "فقہ السنہ ص ۴۲، ج ۲۔"

۳۔ "نیل الاوطار ص ۱۳۶، ج ۶۔"

۴۔ نیل الاوطار ص ۱۳۶، ج ۶، و شرح نووی ص ۵۰۴، ج ۱۔"

ثم وقع الاجماع من بعد ذلك من جميع العلماء على تحريمها الا الروافض

پھر متعہ کی حرمت پر سوائے رافضیوں کے تمام علماء کا اجماع ہوگیا ہے۔

۶:- امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

والجمهور[1] من الصحابة قد حفظوا التحريم وعملوا به ورووه لنا۔

تمام صحابہ رض متعہ کو حرام سمجھتے تھے۔ اور اس کی حرمت پر ہی عمل پیرا ہیں۔

۷:- علامہ خطابی[2] علیہ فرماتے ہیں:-

تحريم نكاح المتعة كالاجماع بين المسلمين وقد كان ذلك مباحا في صدر الاسلام ثم حرمه الله في حجة الوداع وذلك في اخر ايام رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يبق فيه

متعہ کی حرمت پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ شروع اسلام میں یہ مباح تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حجۃ الوداع کے موقع پر حرام کر دیا۔ اور حجۃ الوداع یا حرمت متعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام میں ہوا ہے۔ اب بعض

[1]:- "نیل الاوطار ج ۶، ص ۱۳۸۔"

[2]:- "معالم السنن مع مختصر سنن ابوداؤد ص ۱۸، ج ۳۔"

خلاف بين الائمة الا شيئا ذهب إليه بعض الروافض

رافضیوں کے علاوہ اس کی حرمت پر تمام ائمہ دین کا اتفاق ہے۔

۸:- مظاہر الحق میں ہے:-

اجماع[1] ہے سب علماء کا اس کے حرام ہونے پر۔

۹:- علامہ محمد علی صابونی فرماتے ہیں:-

حرمت[2] الشريعة الاسلامية ذلك ولم تبح الا النكاح الدائم الذى يقصد منه الدوام والاستمرار وكل نكاح الى اجل فهو باطل لانه لا يحقق الهدف من الزواج وقد اجمع العلماء وفقهاء الامصار قاطبة على حرمة (نكاح المتعة) لم يخالف فيه الا الروافض

شریعت اسلامیہ نے نکاح متعہ کو حرام قرار دیا ہے۔ صرف اسی نکاح کو مباح کیا ہے جس سے مقصد دوام و استمرار ہو۔ اور ہر وہ نکاح جو معین مدت کے لئے ہو وہ باطل ہے۔ کیونکہ ایسا نکاح، نکاح کے مقاصد پورے نہیں کرتا۔ تمام علماء و فقہاء کا حرمت متعہ پر اجماع ہے۔ سوائے رافضیوں اور شیعہ کے کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔

[1]:- "مظاہر الحق ص ۱۲۵، ج ۳۔"

[2]:- "تفسیر آیات الاحکام ص ۴۵، ج ۱۔"

والشیعة وقولهم مردود لانه یصادم النصوص الشرعیة من الکتاب والسنة و یخالف اجماع علماء المسلمین والائمة المجتهدین

اور شیعہ کا قول مردود ہے کیونکہ کتاب وسنت کی نصوصِ شرعیہ سے متصادم ہے۔ ائمۂ مجتہدین اور تمام علماءِ اسلام کے اِجماع کے خلاف ہے۔

؎ ؎ ؎

۱۰: علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

قال المازری ثبت ان نکاح المتعة کان جائزاً فی اول الاسلام ثم ثبت بالاحادیث الصحیحة المذکورة هنا انه نسخ وانعقد الاجماع علی تحریمه ولم یخالف فیه الا طائفة من المبتدعة و تعلقوا بالاحادیث الواردة فی ذلك وقد ذکرنا انها منسوخة فلا دلالة لهم فیها

مازری نے فرمایا کہ متعہ شروع اِسلام میں جائز تھا۔ پھر مذکورہ صحیح احادیث سے اس کا منسوخ ہونا بھی ثابت ہوگیا۔ اب اُس کی حُرمت پر پوری اُمت کا اِجماع ہے۔ اور فرقہ روافض کے علاوہ کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا۔ اور رافضیوں نے اِس کے جواز پر ان احادیث سے سہارا لیا ہے جو اس سلسلہ میں وارد ہیں۔ حالانکہ اُن کا منسوخ ہونا ہم ثابت کر چکے ہیں۔ پس یہ احادیث روافض کے لئے حجت نہیں بن سکتیں۔

له نووی شرح صحیح مسلم ص ۴۵۰ ج ۱۔

۱۱-: قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:-

متعہ کے ناجائز اور حرام ہونے پر اجماع ہو چکا ہے۔ سوائے شیعہ کے اور کوئی اُس کی حلت کا قائل نہیں ہے۔

۱۲-: ابُوبکر جصّاص لکھتے ہیں:-

وقد اتفق فقهاء الامصار علی تحریمها ولا یختلفون فیه

اب تمام فقہاء کا بلا اختلاف حُرمتِ متعہ پر اتفاق ہے۔

۱۳-: صاحبِ ہدایہ نِکَاحُ المُتعَۃِ بَاطِلٌ کے بعد لکھتے ہیں:-

قلنا ثبت النسخ باجماع الصحابة وابن عباس رض صح رجوعه الی قولهم فتقرر بالاجماع

ہم کہتے ہیں کہ متعہ کا نسخ صحابہ کرام کے اِجماع سے ثابت ہے۔ صرف حضرت ابنِ عباس رض سے اِختلاف منقول ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ ابنِ عباس رض نے بھی رجوع کر لیا تھا۔ لہٰذا نکاح متعہ اِجماعِ امت سے باطل ہے۔

له۔ " تفسیر مظہری اردو ص ۳۱، ج ۳۔ " ؎

۲له۔ " احکام القرآن ص ۱۵۳، ج ۲۔ " ؎

۳له۔ " ہدایہ ص ۲۹۳، ج ۱۔ " ؎

نوٹ :-

یہاں پر صاحبِ ہدایہ نے مُتعہ کی حِلت کی نِسبت امام مالک رح کی طرف بھی کر دی ہے ۔ جو بالکل غلط ہے ۔ جیسے کہ شُراحِ ہدایہ اور دیگر علماء نے تصریح کی ہے کہ یہاں صاحبِ ہدایہ سے غلطی ہوئی ہے ۔ کیونکہ حضرت امام مالک رح بھی دُوسرے ائمہ کی طرح حُرمتِ مُتعہ کے قائل ہیں ۔

قال[1] ابن دقیق العید ما حکاہ بعض الحنفیۃ عن مالک رح من الجواز خطأ ۔	ابنِ دقیق العید فرماتے ہیں کہ بعض اَحناف نے امام مالک رح کی طرف متعہ کے جواز کی جو نسبت کی ہے وُہ غلط ہے ۔

تفسیر رُوح المعانی[2] میں ہے :-

ونسب القول بجواز المتعۃ الیٰ مالک رضی اللہ عنہ وھو افتراء علیہ بل ھو کغیرہ من الائمۃ قائل بحرمتھا ۔	امام مالک رح کی طرف متعہ کے جواز کا جو قول منسُوب ہے وُہ ان پر محض افتراء ہے ۔ بلکہ وُہ بھی دُوسرے ائمہ رح کی طرح حُرمتِ مُتعہ کے قائل ہیں ۔

شرح مختصر میں خلیل مالکی لکھتے ہیں :-

ـ۱ - " فتح الملہم ص ۴۴۴ ،ج ۳ - " ؛

ـ۲ - " بحوالہ فتح الملہم ص ۴۴۶ ،ج ۳ - " ؛

لاخلاف عندنا ان المتعۃ نکاح یفسخ مطلقاً	نکاحِ مُتعہ مطلق باطل ہے ۔

رسالہ ابن ابی زید مالکی میں ہے :-

لا یجوز نکاح المتعۃ اجماعًا ۔	مُتعہ کے عدمِ جواز پر اُمت کا اجماع ہے ۔

منح الوافیہ فی فقہ المالکیہ میں ہے :-

لا یجوز نکاح المتعۃ وھو النکاح الیٰ اجلٍ	نکاحِ مُتعہ جائز نہیں ہے ۔

۱۴:- علامہ ابنِ حزمؒ فرماتے ہیں :-

ولا[۱] یجوز نکاح المتعۃ وھو النکاح الی اجل وکان حلالاً علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم نسخھا اللہ علی لسان رسولہ نسخاً باتاً

نکاحِ مؤقت جائز نہیں ہے۔ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شروع عہد میں حلال تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کی زبانِ مبارک پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے منسوخ کر دیا۔

۱۵:- پھر فرماتے ہیں :-

ومن[۲] قال بتحریمھا ونسخ عقدھا من المتأخرین ابو حنیفۃ ومالک والشافعی وابو سلیمان

متاخرین میں سے جو لوگ اس کو حرام اور منسوخ سمجھتے ہیں۔ ان میں سے ابوحنیفہ رح، مالک رح، شافعی رح، ابو سلیمان خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

۱۶:- عبدالرحمٰن جزریؒ فرماتے ہیں :-

وروی[۳] ان ابن عباسؓ قام خطیباً فقال ان

کہ حضرت ابنِ عباسؓ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا۔

۱۔ " المحلی ص ۵۱۹، ج ۹۔ " ٭

۲۔ " محلی ابنِ حزم ص ۵۲۰، ج ۹۔ " ٭

۳۔ " کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ ص ۹۱، ج ۴۔ " ٭

المتعۃ کالمیتۃ والدم ولحم الخنزیر وذلک مبالغۃ فی التحریم وبھذا کلہ یتضح ان نکاح المتعۃ او النکاح الموقت باطل باتفاق المسلمین

متعہ مردار اور لحم خنزیر کی طرح ہے۔ اور یہ شدید قسم کی تحریم ہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ متعہ اور نکاح مؤقت دونوں کے بطلان پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

۱۷:- امام مالکؒ اور امام شافعیؒ سے مروی ہے کہ :-

وھو[۱] باطل علی کل حال؛

متعہ ہر حال میں باطل ہے۔

۱۸:- علامہ ابنِ قدامہؒ نے اس مسئلہ پر عالمانہ بحث کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے :-

وممن روی تحریمھا عمر وعلی وابن عمر وابن مسعود وابن زبیر۔ قال ابن عبد البر وعلی تحریم المتعۃ مالک واھل المدینۃ وابوحنیفۃ فی

صحابہ کرام میں مندرجہ ذیل ہستیاں متعہ کی حرمت کی قائل تھیں۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، ابنِ مسعودؓ، ابنِ زبیرؓ رضی اللہ عنہم ابن عبدالبر لکھتے ہیں، کہ ائمہ مجتہدین میں سے یہ لوگ متعہ کو حرام کہتے ہیں۔

۱۔ " کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۹۳۔ " ٭

اهل الكوفة والاوزاعي في اهل الشام والليث في اهل المصر والشافعي وسائر اصحاب الآثار[18]

امام مالک رح اور اہلِ مدینہ، امام ابوحنیفہ رح اہلِ کوفہ میں سے۔ اہلِ شام میں اوزاعی، اہلِ مصر میں لیث نیز امام شافعی رح اور دیگر اصحابِ آثار بھی متعہ کو حرام قرار دیا کرتے تھے۔

۱۹۔: علامہ شمس الحق رح عظیم آبادی حُرمتِ متعہ و اباحت کے مختلف مواقع ذکر کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں:۔

ثم[19] حرمت تحريمًا مؤبدًا والى هذا التحريم ذهب جماهير من السلف والخلف وذهب الى بقاء الرخصة من الصحابة وروى رجوعه وقولهم بالنسخ

پھر متعہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو گیا۔ اور جمہور سلف و خلف اس کی حُرمت کے قائل ہیں۔ کچھ عرصہ بعض صحابہؓ متعہ کی رُخصت کے قائل رہے ہیں۔ لیکن پھر ان کا رجوع اور متعہ کو منسوخ ماننے کا قول بھی مروی ہے۔

۲۰۔: مولانا شبیر احمد عثمانی رح فرماتے ہیں:۔

واما الاجماع فان الامة باسرهم امتنعوا

متعہ اجماعِ اُمت سے حرام ہے۔ باوجود ضرورت و حاجت

[18] ۔" مغنی ابنِ قدامہ ص ۵۷۱، ج ۷۔" ؂

[19] ۔" عون المعبود شرح ابی داؤد ص ۱۸۶، ج ۲۔" ؂

عن العمل بالمتعة مع ظهور الحاجة لهم الى ذلك

کے اس پر انہوں نے عمل نہیں کیا۔

۲۱۔: نواب صدیق حسن صاحب رح رقمطراز ہیں:۔

قد اجمع المسلمون على التحريم ولم يبق على الجواز الا الرافضة

حرمتِ متعہ پر تمام مسلمانوں کا اِجماع ہے۔ رافضہ کے علاوہ اس کے جواز کا کوئی قائل نہیں۔

۲۲۔: امام نووی رح فرماتے ہیں:۔

النكاح الموقت باطل سواء قيده بمدة مجهولة او معلومة وهو نكاح المتعة

نکاحِ مُوقّت باطل ہے۔ خواہ اُس کی مدت مجہول ہو یا معلوم۔ اسی کو نکاحِ متعہ بھی کہتے ہیں۔

۲۳۔: شیخ احمد عبدالرحمٰن البنا ساعاتی فرماتے ہیں:۔

وقد اجمع العلماء على تحريم نكاح المتعة الى يوم القيامة

نکاحِ متعہ کی حُرمت پر ہمیشہ کے لئے عُلماء کا اِجماع ہے۔

[20] ۔" فتح الملہم شرح مسلم ص ۴۴۴، ج ۳۔" ؂

[21] السراج الوہاج شرح مسلم ص ۵۲۲ ج ۱

[22] ۔" روضة الطالبين ص ۴۲، ج ۷۔" ؂

[23] ۔ بلوغ الامانی من اسرار الفتح الربانی ص ۱۹۳

۲۴:- شیعہ کے گھر کی شہادت :-

علامہ حلی (شیعہ) فرماتے ہیں :-

ذہبت الامامیۃ الی اباحۃ نکاح المتعۃ وخالف فیہا الفقہاء الاربعۃ (کشف الحق)

شیعہ کے نزدیک متعہ جائز ہے اور ائمۂ اربعہ اس کو حرام سمجھتے ہیں۔

مذکورہ علامہ حلی کی عبارت سے ثابت ہوا کہ تمام اہلِ سنت حرمتِ متعہ پر متفق ہیں۔ لہذا شیعہ سید بشیر حسین صاحب کا یہ فرمانا کہ (متعہ کا مسئلہ کوئی ایسا مابہ نزاع نہیں ہے۔

اپنے گھر کی شہادت سے ہی باطل ہوگیا۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

۲۵:- حضرت مولانا وحید الزمان صاحب "فما استمتعتم بہ منہن فآتوہن اجورہن" کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

یعنی نکاح کے بعد جن عورتوں سے تم صحبت کرو۔ ان کا پورا مہر ان کے حوالے کرو۔ اکثر علماء نے کہا ہے کہ یہ آیت نکاحِ متعہ کے باب میں اتری۔ متعہ شروع اسلام میں جائز تھا۔ وہ یہ ہے کہ مرد عورت سے کہتا کہ میں تجھ کو ایک رات یا دو رات سے زیادہ رکھوں گا۔ اور اس قدر دوں گا۔ پھر مدت گزرنے کے بعد اس کو رخصت کر دیتا۔ اور جو ٹھہرتا تھا وہ اس کے حوالے کرتا۔ ابی بن کعبؓ اور ابنِ عباسؓ اور ابنِ مسعودؓ اور سعید بن جبیر نے جو قراءت کی ہے۔ یعنی

"فما استمتعتم بہ منہن الی اجلٍ مسمّی۔"

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ متعہ مراد ہے۔ لیکن جنگِ خیبر میں یا فتحِ مکہ میں وہ حرام ہوگیا۔ جیسے صحیح حدیثوں میں ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ حجۃ الوداع میں حرام ہوا۔ اور حضرت عمر رض نے اس کی حرمت منبر پر بیان کی تمام صحابہ رض کے سامنے اور کسی نے انکار نہیں کیا۔ صرف ابنِ عباسؓ اور ابنِ مسعودؓ سے منقول ہے۔ کہ وہ متعہ کو جائز کہتے تھے۔ بعضوں نے کہا کہ ابنِ عباس رض بھی آخر میں اس کو حرام کہنے لگے۔

د۔ ۱۰ "تفسیر وحیدی ص ۱۰۷۔"

نیز مولانا صاحب کنز الحقائق من فقہ خیر الخلائق میں لکھتے ہیں:-[1]

وبطل نکاح الشغار والتحلیل ونکاح المتعة والموقت	نکاح شغار، حلالہ، نکاح موقت اور متعہ باطل ہے۔

نیز صحیح مسلم کے ترجمہ میں متعہ کی حلت وحرمت کے متعلق ایک مبسوط نوٹ لکھا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:-

سوائے ایک مبتدعہ گروہ کے کسی نے اس کی حرمت پر مخالفت نہیں کی۔ اور اس گروہ مبتدعہ نے انہی احادیث منسوخہ اور اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"فما استمتعتم به منهن فآتوهن اجورهن -"

اور ابن مسعود رض کی یہ قرأت شاذ ہے۔ اس کا رتبہ نہ حدیث کے برابر ہے نہ لازم العمل ہے۔ اور امام زفرؒ نے کہا ہے کہ جس نے نکاحِ متعہ کیا اس کا نکاح ہمیشہ کے لئے ہو گیا۔ یعنی پھر بغیر طلاق کے وہ نکاح نہیں ٹوٹ سکتا۔ گویا مدت کا ذکر قابلِ اعتبار نہیں رہا۔ جیسے اور شروطِ فاسدہ لائقِ اعتبار نہیں۔ مازری رح نے کہا ہے کہ صحیح مسلم میں آیا ہے کہ آپؐ نے خیبر میں متعہ سے منع فرمایا۔ اور کسی روایت میں آیا ہے کہ آپ نے فتحِ مکہ کے دن منع فرمایا۔ اس میں بعضوں کو شبہ ہوا۔ حالانکہ اس میں تعارض نہیں۔ اس لئے کہ آپؐ نے بار بار اس سے منع فرمایا۔ اس لئے کہ اس کی نہی (ممانعت) مشہور ہو جائے اور سب کو پہنچ جائے۔ اور جس نے

[1] "کنز الحقائق من فقہ خیر الخلائق ص ۶۱ -"

نہ سنا ہو وہ بھی سن لے۔ پھر ہر راوی نے جس وقت میں سنا اس وقت میں نہی کو بیان کر دیا۔ غرض اس میں تعارض جاننے والے کی خطا ہے۔ اور قاضی عیاض رح نے کہا ہے ایک جماعت نے حدیثِ جوازِ متعہ کو صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کیا ہے۔ اور مسلم رح نے اس میں سے ذکر کیا ہے ابنِ مسعود رض اور ابنِ عباس رض اور جابر رض اور سلمہ بن اکوعؓ اور سبرہ بن معبد جہنیؓ کی روایتوں کو اور ان سب روایتوں میں اس کا جواز سفر میں مذکور ہے نہ کہ حضر میں بوقتِ ضرورت نہ کہ بلا ضرورت اور ظاہر ہے کہ عرب کا ملک گرم ہے۔ اور اسفارِ جہاد میں عورتوں کا ساتھ رکھنا مشکل ہے۔ اور ابنِ عمر رض کی روایت میں تصریح ہے کہ اس کا جواز ابتداءِ اسلام میں تھا۔ جیسے مضطر کے لئے مردار کا جواز ہے۔ اور اس کے مانند اور ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔ اور امام مسلمؒ نے اس کی اباحت سلمہ بن اکوعؓ سے روزِ اوطاس میں روایت کی ہے۔ اور سبرہ رض کی روایت سے فتحِ مکہ کے دن اور وہ دونوں ایک ہی ہیں۔ اور پھر اسی دن حرمت بھی ہوئی۔ اور حضرت علی رض کی روایت میں اس کی تحریم خیبر کے دن آئی ہے۔ اور وہ فتحِ مکہ سے پہلے ہے اور حضرت علی رض سے مسلم کے علاوہ اور کتابوں میں مروی ہے کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں منع فرمایا۔ اس روایت کا کوئی متابع نہیں۔ بلکہ یہ راوی کی غلطی ہے۔ اور اسی حدیث کو امام مالکؒ مؤطا میں اور سفیان بن عیینہ اور عمری اور یونس وغیرہم نے زہری سے روایت کیا ہے۔ اور اس میں خیبر کا دن مذکور ہے۔ اور امام مسلم رح نے بھی اسی طرح امام زہری سے بواسطۂ ایک جماعت روایت

کیا ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ امام ابوداؤد رحہ نے ربیع بن سبرہ رضؓ سے اُن کے ان کے والد کے توسّط سے روایت کیا ہے کہ متعہ کی نہی حجۃ الوداع میں ہوئی ہے۔ اور امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ اس باب میں جو روایتیں مروی ہیں ان سب میں یہی صحیح تر ہے۔ اور سبرہ رضؓ سے اس کی اِباحت بھی حجۃ الوداع میں مروی ہوئی ہے۔ پھر اسی دن اس کی قیامت تک کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حرمت بیان فرمائی۔ حسن بصری رحہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ متعہ سوائے عمرۂ قضا کے کبھی حلال نہیں ہوا۔ اور سبرہ جہنیؓ سے بھی یہی مروی ہے۔ اور امام مسلم رحہ نے سبرہ رضؓ کی روایتوں میں تعیّنِ وقت نہیں بیان کیا۔ مگر محمد بن سعید دارمی، اسحاق بن ابراہیم اور یحییٰ بن یحییٰ کی روایت میں فتحِ مکہ کا دن مذکور ہے۔ اور محدثین رحہ نے کہا ہے کہ روایتِ اباحت کا حجۃ الوداع کے دن ذکر کرنا خطا ہے۔ اس لئے کہ اُن دنوں میں نہ ضرورت تھی نہ غربت یعنی عورتوں سے جدائی۔ اور اکثر لوگوں نے عورتوں کے ساتھ حج کیا تھا۔ صحیح یہ ہے کہ حجۃ الوداع میں متعہ کی نہی ہوئی۔ جیسا کہ اکثر روایتوں میں آیا ہے۔ اور اس دن آپ نے اس نہی کی تجدید کی کہ سب مسلمان آج کے دن جمع ہیں۔ اس نہی سے خوب واقف ہو جائیں۔ اور حاضرین غائبین کو خبر دے دیں۔ اور اس لئے کہ دین اس دن تمام ہوا۔ اور شریعت کامل ہوئی۔ پس اس نہی کو بھی تازہ طور سے بیان فرما دیا کہ سب میں پہنچ جائے۔ جیسے اور حلال وحرام اس دن ارشاد فرما دیئے۔ اور اُس دن متعہ کی حرمت قطعی، ابدی، قیامت تک کے لئے بیان فرما دی۔ اور قاضی عیاض رحہ نے کہا ہے کہ اس کا بھی احتمال ہے کہ اُس کی تحریم خیبر، عمرۂ قضا، روزِ فتحِ مکہ اور روز

اَوطاس ان مقاموں میں نہی بطورِ تجدید کے ہو۔ اس لئے کہ خیبر کے دن اس کی تحریم کی حدیث بہت صحیح ہے۔ اور اس میں کچھ طعن نہیں۔ اور اس کے راوی بہت ثقہ اور پکے ہیں۔ مگر سفیان کی روایت میں جو یہ مذکور ہے کہ آپ نے متعہ اور گدھوں کے گوشت سے خیبر کے دن منع فرمایا۔ تو اس کے متعلق بعض محدّثین رحہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ متعہ کی حرمت بیان کی۔ اور اس کا وقت نہیں بیان کیا۔ اور گدھوں کی حرمت کا وقت خیبر کے روز کو کہا۔ سو گدھوں کی حرمت خاص خیبر کے دن ہوئی۔

اور متعہ کی تحریم کا وقت راوی نے نہیں بیان کیا۔ اور اس صورت میں راویوں میں اتفاق ہو جاتا ہے۔ اور یہ قول اشبہ بالصحت ہے۔ اس لئے کہ متعہ کی تحریم مکّہ میں ہوئی۔ اور گدھوں کی حرمت خاص خیبر ہی میں ہوئی۔ قاضی نے کہا کہ اَولیٰ وہی ہے جو ہم نے کہا کہ ان مواضع میں تحریم کی صرف تکرار ہوئی۔ مگر یہاں ایک بات باقی رہی۔ وہ یہ کہ اُس کی اِباحت جو عمرۂ قضا، روزِ فتحِ مکہ اور اَوطاس کے دن میں ہوئی۔ تو اس میں یہ احتمال ہے کہ اس کی اباحت بنظرِ ضرورت تحریم کے بعد ہوئی ہو۔ اور پھر ابدی تحریم قیامت تک ہو گئی۔ اور شاید یہ ہو کہ آپؐ نے اُس کو خیبر کے دن حرام کیا۔ اور عمرۂ قضا میں فتحِ مکہ کے دن پھر ضرورت کے لئے مُباح کیا۔ اور پھر فتحِ مکہ ہی کے دن حُرمتِ ابدی کے ساتھ حرام فرمایا۔ اور اس میں حجۃ الوداع کی اباحت ساقط ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ وہ سبرہ جہنیؓ سے مروی ہے۔ اور معتبر پکے راویوں نے ان سے اس کی اباحت فتحِ مکہ کی روایت کی ہے۔ اور حجۃ الوداع میں جو ان سے مروی ہے وہ صرف تحریم

ہے۔ غرض اُن کی روایت سے وہی بات لی جاتی ہے۔ جس پر جمہور رُواۃ متفق ہیں۔ اور سبرہ رضؓ کے سوا دیگر صحابہ رضؓ کی روائتیں بھی اس کے موافق ہیں۔ اور وہ بات یہی ہے کہ فتحِ مکہ کے دن متعہ کی نہی وارد ہوئی ہے۔ اور اس کی تحریم حجۃ الوداع میں جو ہوئی وہ صرف تاکید اور اشاعت کی غرض سے تھی۔ جیسا کہ اُوپر گزرا۔ اور حسن بصری کا جو قول اُوپر گزرا ہے کہ متعہ سوائے عمرۃ القضاء کے اور کبھی حلال نہیں ہوا۔ سو یہ محض غلط ہے اور احادیث صحیحہ سے اس کے خلاف ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ جن حدیثوں میں مذکور ہے کہ اس کی تحریم خیبر کے دن ہوئی۔ وہ بھی اس قول کی رادّ ہیں۔ اس لئے کہ غزوہ خیبر، عمرۃ القضاء کے قبل ہے۔ اور جو اس کی اباحت فتحِ مکہ اور روزِ اوطاس میں مروی ہوئی۔ باوجودیکہ اس کی بھی روائتیں سبرہ جہنیؓ سے وارد ہوئی ہیں۔ اور وہی دوسری روائتوں کے بھی راوی ہیں پس وہ اباحت بہت صحیح ہے۔ اور جو صحیح کے مخالف ان کی روائتیں ہیں وہ متروک ہیں۔

اور بعضوں نے کہا ہے کہ متعہ ایسی چیز ہے کہ اس میں تحریم و اباحت و نسخ دو بار ہے۔ یہ قاضی عیاضؒ کی تقریر ہے۔ اور امام نووی رح نے کہا ہے کہ صحیح اور مختار قول یہ ہے کہ اس میں تحریم و اباحت دو بار ہوئی ہے۔ اور وہ خیبر کے قبل حلال تھا۔ پھر خیبر کے دن حرام ہوا۔ اس کے بعد فتحِ مکہ کے دن حلال ہوا۔ اور وُہی اوطاس کا دن ہے۔ اس لئے کہ دونوں متصل ہیں۔ پھر اُس کے تیسرے دن حرمتِ ابدی ہو گئی قیامت تک کے لئے اور پھر حرمت ہی رہی۔ اور یہ نہیں ہو سکتا کہ اباحت قبل خیبر کے ساتھ خاص ہو۔ اور حرمتِ ابدی خیبر کے دن ہوئی۔

اور فتحِ کے دن صرف تاکید تحریم ہو۔ بغیر اس کے کہ فتحِ مکہ کے دن اباحت ہوئی۔ جیسا کہ مازری نے اختیار کیا ہے۔ اور قاضی عیاض رح نے اس لئے کہ وہ روائتیں جو مسلم نے ذکر کی ہیں صریح دلالت کرتی ہیں کہ فتحِ مکہ کے دن مُباح ہوا۔ اور اُن کا ساقط کرنا کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ اور مکرر اباحت کے وقوع کا کوئی مانع نہیں۔ اور قاضی نے کہا ہے کہ علماء کا اتفاق ہے کہ متعہ ایک مقررہ مدت تک نکاح تھا کہ نہ اس میں میراث ہوتی تھی نہ طلاق کی ضرورت تھی۔ بلکہ مجرد اِتمام مدت فراق ہو جاتا تھا۔ اور نکاح باقی نہ رہتا تھا۔ اور اس کی حرمت پر اجماع منعقد ہو گیا۔ اس کے بعد جمیع علماء کا سوائے فرقہ مبتدعہ روافض کے۔ اور ابنِ عباس رضؓ بھی پہلے اس کی اباحت کے قائل تھے پھر رجوع کیا۔ اور اب اس پر بھی علماء کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی نکاح متعہ کرے تو وہ فاسد ہے اور باطل۔ خواہ دخول ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ اس کے بطلان پر حکم دیا جاوے گا۔

سوا امام زفر کے کہ اُن کا قول اُوپر مذکور ہو چکا۔ اور اصحابِ مالکؒ نے اختلاف کیا ہے کہ آیا اس نکاح سے جماع کرنے والے پر حد لازم آتی ہے یا نہیں۔

اور شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ اُس پر حد نہیں۔ اس لئے کہ عقد کا شُبہ ہے۔ اور قاضی نے کہا ہے کہ اس پر بھی اجماع ہے کہ ایک شخص نے نکاح کیا۔ اور اس کی نیت میں ہے کہ میں اتنی مدت اس عورت کو رکھوں گا تو اس کا نکاح صحیح اور حلال ہے۔ اور یہ نکاحِ متعہ نہیں ہے۔ نکاحِ متعہ وہی ہے کہ جس میں ایک مدت کی شرط ہو جائے۔ اور عقد کے وقت اُس مدت کا ذکر آ جائے۔ امام نووی رح نے شرح مسلم میں بعینہ یہی تقریر کی

ہے۔ اور اس زمانہ میں بعض جُہلاء جو بڑے علماء ہیں۔ سُفہائے ناس کو بالقائے وسواس مثل خناس کے حِلّتِ متعہ سُنا کر ستیاناس کرتے ہیں۔ اور اُن کے حق میں خناس بنتے ہیں۔ اور مشربِ رُوئے تحقیق سے مغاک ردی جہالت میں سنتے ہیں۔ اللہ اُن کے فریب و زُور سے مومنانِ پُر نور کو بچائے۔ آمین یا ربّ العالمین ۔

ے "صحیح مسلم شریف مترجم وحید الزمان ص ۹ تا ۱۱، ج ۴۔" ۔

مذہبِ شیعہ اور خاندانِ نبُوّت کی خواتین

مسئلہ مُتعہ کی تحقیق کرتے ہُوئے جب میری نظر شیعہ کی مشہُور کتاب تہذیب الاحکام ص ۱۷۲، ج ۷، مطبوعہ نجف اشرف باب تفصیل احکام نکاح " جس کے مُصنّف شیخ الطائفہ ابو جعفر الطوسی ہیں۔" کی اس عبارت پر پڑی:-

ولا بأس بالتمتع بالهاشمية	خاندانِ نبوّت کی خواتین کے ساتھ بھی متعہ کرنے میں حرج نہیں۔

تو نہ پُوچھئے کہ مجھ پر کیا گزری۔ میرا سر چکرانے لگا۔ اور آنکھوں میں خوُن اُتر آیا۔ اور مَیں اپنے آپ سے پوچھنے لگا۔ یہ مذہب ان لوگوں کا ہے جو اہلِ بیت پاک کی محبت اور تعظیم و تکریم کو اپنا دین و ایمان بتاتے ہیں۔ کیا اِس دعوی محبت کی یہ حقیقت ہے؟
کیا تعظیم و تکریم کے مدّعِی اتنی گُستاخی کے جواز کا فتوی دے سکتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

یہاں میں "سیّد بشیر حسُین صاحب اور دیگر" شیعہ صاحبان کی غیرتِ ایمانی اور حمیّتِ انسانی سے اتنا پُوچھنے کی اجازت طلب کرتا ہوں کہ جس طرح انہوں نے خاندانِ نبوّت کی خواتین کے ساتھ متعہ کرنے کے میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ کیا وُہ اپنی ماؤں، بہنوں، بچیّوں اور بیویوں کے لئے یہ امر پسند کرتے ہیں کہ انہیں کوئی متعہ کا پیغام دے۔ یا وُہ مُتعہ کرتی پھریں؟ اگر وُہ اس کے تصوّر سے بھی لرز جاتے ہیں تو پھر وُہ خاندانِ نبوت کی خواتین اور اُمتِ محمّدیہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والسّلام کی بچیّوں

کے بارے میں یہ بات کہتے ہوئے کیوں شرم سے نہیں ڈوب مرتے۔ اگر اپنے لئے یہ فعل باعثِ ننگ و عار ہے تو کیا دوسروں کے لئے یہ عزت و وقار کا باعث ہے۔ خدارا کچھ تو انصاف کرو۔

اب ذیل میں یہی تضاد و تناقض انہی کی کتب سے مطالعہ فرمائیں:۔

عبداللہ بن عمیر اللیثی امام باقرؒ کے پاس آیا:۔

ما تقول فی متعة النساء؟[1] فقال احلها الله فی کتابه وعلی لسان نبیه فهی حلال الی یوم القیامة فقال یا ابا جعفر مثلك یقول هذا وقد حرمها عمر ونهی عنه فقال وان كان فعل فقال اعیذك بالله من ذلك ان تحل شیئا حرمه عمر قال فقال له فانت علی قول صاحبك وانا علی قول رسول الله صلی الله علیه وسلم فان الاول ما قال رسول الله صلی الله علیه وسلم وان الباطل ما قال صاحبك

اور متعہ کا مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا۔ خدا نے اس کو اپنی کتاب میں اور اپنے رسولؐ کی زبان سے حلال کیا ہے۔ پس وہ قیامت تک حلال ہے۔ ابن عمیر نے کہا آپ جیسا امام یہ بات کہے حالانکہ عمرؓ نے اس کی حرمت کا فتویٰ دے دیا ہے۔ آپ سے یہ زیبا نہیں کہ جس چیز کی حرمت عمرؓ نے بیان کی ہے آپ حلال کریں۔ امام باقرؒ نے کہا۔ تو عمرؓ کے قول پر اور میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول پر کاربند رہوں گا۔ پہلی بات قولِ رسولؐ ہے۔ اور تیرے صاحب عمرؓ کا قول باطل ہے۔ ابن عمیر نے کہا کیا آپ کی عورتیں، لڑکیاں

[1] فروع کافی ص ۱۹۰ ج ۲ -

قال فاقبل عبدالله بن عمیر فقال ایسرك ان نساءك وبناتك واخواتك وبنات عمك یفعلن قال فاعرض عنه ابوجعفر حین ذكر نساءه وبنات عمه

بہنیں، پھوپھیاں یہ فعل کریں؟ امام باقرؒ نے یہ سن اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔

ائمہ معصومین کی تصویر کا سیاہ رُخ تو شیعہ صاحبان نے مذکورہ بالا الفاظ میں دکھلا کر حُبِّ اہلِ بیت کا ثبوت دیا ہے۔ حالانکہ ہمیں مُعاندینِ اہلِ بیت سے شمار کیا جاتا ہے۔ لیکن ہمارا ایمان یہ نہیں کہ یہ راہ نمایانِ راہِ طریقت آنچہ برخود نہ پسندی بر دیگران ہم پسند کی خلاف ورزی کرکے جو چیز دوسروں کے لئے جائز سمجھیں اور اس کی تلقین کریں۔ خود اس پر عامل نہ ہوں۔ اگر امام باقرؒ حلتِ متعہ کے اس قدر قائل تھے کہ اس کو سنتِ رسولؐ اور قیامت تک جائز سمجھتے تھے تو پھر اپنی عورتوں کا سوال آجانے پر سے کیوں کبیدہ خاطر ہوئے؟ یہ عجیب بات ہے کہ جو فعل مردوں کے لئے باعثِ نجاتِ اُخروی اور افتخارِ دُنیوی ہو وہ عورتوں کے لئے موجب رسوائی و شرم ساری ہو۔ فیا للعجب

"مُتعہ حضر میں کبھی حلال نہیں ہوا"

شروع اسلام میں جتنی دفعہ بھی متعہ حلال ہوا ہے۔ وہ صرف ضرورتِ شدیدہ اور غزوات وغیرہ میں حالتِ سفر میں ہوا ہے۔ کسی موقع پر بھی اس کی حلت حضر میں نہیں ہوئی ہے۔

چنانچہ ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمیؒ[۱] لکھتے ہیں :-

۱:- وانما کان ذلک یکون فی أسفارھم ولم یبلغنا ان النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم اباحہ لھم وھم فی بیوتھم ۔	متعہ کی حلّت سفروں میں مباح ہوئی ہے۔ اور ہمیں کوئی ایسی حدیث نہیں ملی جس میں یہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہؓ کے لئے حالتِ حضر میں متعہ

کی اجازت دی ہو:-

۲:- ابو جمرہ کہتے ہیں کہ میں نے ابنِ عباسؓ سے متعۃ النساء کے متعلق پُوچھا۔ آپ کے مولیٰ نے کہا:-

انما[۲] کان ذلک فی الغزو والنساءُ قلیل فقال ابن عباسؓ رضی اللہ عنہ صدقت	کہ اس کی حلّت قلّتِ نساء کی وجہ سے غزوات میں ہوئی ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ نے اس کی تصدیق کی۔

۳:- حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ:-

انما[۳] کانت المتعۃ لخوفنا ولحربنا	حالتِ غزوات اور خوف وغیرہ کی وجہ سے متعہ حلال ہُوا تھا۔

۱ :- "کتاب الاعتبار ص ۳۳۱ -"

۲ :- "معانی الآثار ص ۲۷، ج ۳ -"

"سُنن کبریٰ ص ۳۰۴، ج ۷ -"

۳ :- "سُنن کبریٰ ص ۲۰۷، ج ۷ -"

۴:- فتح الملہم میں ہے :-

قال[۱] رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم انما رخص فیھا للضرورۃ وعند الحاجۃ فی الغزو وعند عدم النساء وشدۃ الحاجۃ الی المرأۃ فمن رخّص فیھا فی الحضر مع کثرۃ النساء وامکان نکاح المعتاد فقد اعتدی واللہ لا یحبّ المعتدین ۔	آپؐ نے ضرورتِ شدیدہ اور قلّتِ نساء کی بنا پر صرف غزوات میں متعہ کی رخصت دی تھی۔ اب جو کوئی عورتوں کی کثرت اور جائز نکاح کی توفیق ہونے کے باوجود حضر میں متعہ کی رخصت کا قائل ہے وہ بلا شبہ حد سے گزرنے والا ہے۔ اور اللہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔
۵:- وحاصلھا[۲] ان المتعۃ انما رخص فیھا بسبب العُزبۃ فی حال السفر	ان روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ تجرّد کی وجہ سے صرف حالتِ سفر میں متعہ کی رخصت دی گئی ہے۔

۶:- شیعہ کی معتبر کتاب فقہ الرضا میں ہے :-

راوی کہتا ہے اے برادر! میں نے امام رضا سے کہا۔ میری رُوح آپ پر قربان ہو۔ یہ فرمائیے کہ متعہ کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ آپ کے دادا جناب امیر نے حضور صلے اللہ علیہ وسلّم سے روایت کیا ہے کہ متعہ فتحِ مکہ کے روز حلال اور خیبر کے روز حرام کیا اور اس سے منع کیا

تھا۔ حضرت امیر رضؓ نے فرمایا :۔

اُنہوں نے سچ کہا تھا۔ خدا کی قسم مُتعہ حرام ہے۔ البتہ پہلے اجازت دی گئی تھی۔[1]

پھر امام نے کہا کہ :۔

حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے متعہ صرف عرب کے جوانوں کے لئے حلال کیا تھا۔ جو سفر میں آپ کے ساتھ تھے۔ اور اُنہوں نے تکلیف کی شکایت کی تھی۔ آپ نے حرام سے بچنے کے لئے اس کی اجازت دی تھی۔ لیکن جو شخص نکاح یا لونڈی خریدنے پر قادر ہے۔ یا اپنے مکان پر موجود ہے۔ یا کسی شہر میں مقیم ہے تو اگر وُہ متعہ کرے گا تو اللہ کے حرام کردہ فعل کا مرتکب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

جس شخص نے حدود اللہ سے تجاوز کیا وُہ ظالمین میں داخل ہو گیا۔

اے بیٹا!

مُتعہ صرف ضرورت و اضطرار کے وقت جائز ہے۔ جیسے ضرورت کے وقت مردار، لحمِ خنزیر اور خون۔ لیکن حد سے تجاوز نہ کرے تو اللہ تعالےٰ مُعاف کرنے والا ہے۔[2]

اہلِ بصیرت ذرا آنکھ کھول کر اس روایت کو پڑھیں۔ اور پھر خدا لگتی کہیں کہ اس روایت سے صحیح ترین و معقول ترین روایت

" حاشیہ از صفحہ نمبر ۱۶۱ "۔

[1] فتح الملھم ص ۴۴۱، ج ۳۔ " [2] فتح الملھم ص ۴۴۲، ج ۳۔ " :

کبھی ان کی آنکھوں نے دیکھی یا اُن کے کانوں نے سُنی ہے۔

روایت کیا ہے حقیقت کا نچوڑ آنکھ سے دیکھو یا کان سے سُنو۔ ایک ایک لفظ دل میں اُترتا جاتا ہے۔ اور کسی چیز کی صداقت کی اِس سے واضح تر دلیل نہیں ہو سکتی۔ نہ صرف یہ روایت انکشافِ حقیقت ہی کرتی ہے۔ بلکہ متعہ کی واقعاتی و فلسفیانہ تاریخ کے دریا کو کوزے میں بند کرتی ہے۔

سیل الجرار میں علامہ شوکانی رح شرعی نکاح کی شرائط ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :۔

فالمتعۃ[1] لیست بنکاح شرعی وانما ھی کانت رخصۃ للمسافر مع الضرورۃ لاخلاف فی ھذا۔

مُتعہ نکاحِ شرعی نہیں ہے بلکہ ضرورت کی بنا پر مسافر کے لئے بالاتفاق رُخصت تھی۔

مولانا مودودی مرحوم اور حُرمتِ مُتعہ

شیعہ[2] فاضل نے ایک مکتوب میں جو انہوں نے مجھے ارسال کیا یہ دعوی کیا ہے کہ :۔

" دورِ حاضر کے نامور محقق اور مُصنّف علّامہ مودودی مرحوم نے

[1] ۔ " بحوالہ السراج الوھاج من کشف مطالب صحیح مسلم بن الحجاج ص ۵۲۳، ج ۱۔ "

بھی جوازِ متعہ پر فتویٰ صادر کر دیا تھا۔ اگرچہ پیچ در پیچ راستہ اختیار کیا۔ مگر اپنے مسلک کے علماء کی طعنہ زنی سے بچنے کے لئے وہ دبک گئے تھے۔ کیونکہ چاروں طرف سے ایک بوچھاڑ شروع ہوگئی تھی۔

"مکتوب ۸۱-۴-۱۸۔"

اوّلاً:-

مَیں آں جناب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر مولانا مودودی مرحوم نے (بقول آپ کے) جوازِ متعہ کا فتویٰ صادر کر دیا تھا تو ان کا یہ فتویٰ اہلِ سنّت کے نظریہ کے مطابق تھا۔ کیونکہ آپ نے اپنے شائع کردہ تعاقب "تباریخ ۴/۸ ۵ ہفت روزہ شہید لاہور" میں دعویٰ کیا تھا کہ تمام صحابہؓ متعہ کے قائل بھی تھے اور عامل بھی۔ (نیز مفسرین اہلِ سنت نے اس کی کھل کر تائید کی ہے) تو پھر مولانا مودودی صاحب کو اپنے ہم مسلک والوں کی طعنہ زنی کا خوف چہ معنی دارد؟

یہ عجیب بات ہے ایک طرف تو آپ تمام اہلِ سنّت کو قائلینِ مُتعہ کے زمرہ میں شمار کر رہے ہیں۔ اور دوسری طرف اہلِ سنّت کے ایک عالم کے متعلق یہ رائے زنی کرتے ہیں کہ وُہ اپنے ہم مسلک والوں سے ڈر کر دبک گئے۔ یہ تضاد بیانی اور تناقض ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر آں جناب اس تضاد و تناقض کو رفع فرما دیں تو مولانا مرحوم کی پوزیشن بھی واضح ہو جائے گی۔ اور ہم بھی آپ کی بات کو سمجھ سکیں گے۔

ثانیاً:-

آپ مولانا مودودی کے جس فتویٰ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں وُہ دراصل ان کا ذاتی نظریہ نہ تھا۔ بلکہ شیعہ حضرات کی اصلاح کے لئے تھا۔ مگر بعض لوگوں کو اس سے شکوک و شبہات پیدا ہو گئے تو مولانا مرحوم نے خود ہی اپنی بعد کی تحریر میں انہیں رفع کر دیا تھا۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں:-

اس مسئلہ میں جو کچھ میں نے لکھا ہے۔ اس کا مدعا دراصل یہ بتانا ہے کہ صحابہؓ و تابعینؒ اور فقہاءؒ میں سے جو چند بزرگ جوازِ متعہ کے قائل ہوئے ہیں ان کا منشا اس فعل کا مطلق جواز نہ تھا۔ بلکہ وُہ اسے حرام سمجھتے ہوئے بحالتِ اضطرار جائز رکھتے تھے۔ اور اُن میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہ تھا کہ عام حالات میں متعہ کو نکاح کی طرح معمول بنایا جائے۔ اضطرار کی ایک فرضی مثال جو میں نے دی ہے اس سے محض اضطراری حالات کا ایک تصور دلانا مقصود تھا۔ تاکہ ایک شخص یہ سمجھ سکے کہ

"شیعہ حضرات کو اگر قائلینِ جواز کا مسلک ہی اختیار کرنا ہے تو انہیں کسی قسم کی مجبوریوں تک اُسے محدود رکھنا چاہئیے۔ اس سے میں تو دراصل اُن لوگوں کے خیال کی اصلاح کرنا چاہتا تھا جنہوں نے اضطرار کی شرط اُڑا کر متعہ کو مطلقاً حلال ٹھہرا دیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ میرے طرزِ بیان سے آپ کی طرح بعض اصحاب کو یہ غلط فہمی لاحق ہوگئی کہ مَیں خود حالتِ اضطرار میں اس کو جائز قرار دے رہا ہوں۔ حالانکہ میں اس کی قطعی حُرمت کا قائل ہوں۔"

اور اب سے کئی سال پہلے رسائل و مسائل حصہ دوم "ص ۲۰-۲۳" میں

اس کی تصریح کر چکا ہوں۔ بہر حال آپ مطمئن رہیں کہ نظرِ ثانی کے موقع پر اس عبارت میں ایسی اصلاح کر دی جائے گی کہ اس طرح کی کسی غلط فہمی کا امکان نہ رہے۔

یہ امر ملحوظِ خاطر رہے کہ دوسری صدی ہجری کے آغاز تک متعہ کا مسئلہ مختلف فیہ تھا۔ اور اختلاف صرف اس امر میں تھا کہ آیا یہ قطعی حرام ہے یا اس کی حرمت مُردار اور خنزیر کی سی ہے۔ جو اضطرار کی حالت میں جواز سے بدل سکتی ہے۔ اکثریت پہلی بات کی قائل تھی۔ اور ایک چھوٹی سی اقلیت دوسری بات کی۔

بعد میں اہلِ سنت کے تمام اہلِ علم اس پر متفق ہو گئے کہ یہ قطعی حرام ہے۔ اور جواز بحالتِ اضطرار کا مسلک رد کر دیا گیا۔

اس کے برعکس شیعہ حضرات نے اس کے مطلق حلال ہونے کا عقیدہ اختیار کیا۔ اور اضطرار و ضرورت کی شرط باقی نہ رہنے دی۔ اس بحث میں جو بات میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ

"متعہ کی حرمت تو بہر حال ثابت ہے۔" اور مطلق حلت کا خیال کسی طرح قابلِ قبول نہیں ہے۔ البتہ سلف کے ایک گروہ کی رائے میں اس کے جواز کی گنجائش اضطرار کی حالت کے لئے تھی۔ لہٰذا متعہ کے قائلین اگر انہی کی رائے کی پیروی کرنا چاہتے ہیں تو نہیں کم از کم اس سے تو تجاوز نہ کرنا چاہیئے۔"[1] نیز مولانا مودودی مرحوم سورۂ "المؤمنون" میں الا علی ازواجھم او ما ملکت ایمانھم

[1] "رسائل و مسائل ص ۵۲ حصہ سوم۔" ش

کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

متعہ کا ذکر جب آ گیا ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دو باتوں کی اور توضیح کر دی جائے:-

اوّل:-

یہ کہ اس کی حرمت خود نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اُسے حضرت عمرؓ نے حرام کیا' درست نہیں ہے۔

دوم:-

یہ کہ شیعہ حضرات نے متعہ کو مطلق مباح ٹھہرانے کا جو مسلک اختیار کیا ہے۔ اس کے لئے تو بہر حال نصوصِ کتاب و سنت میں سرے سے کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ صدرِ اوّل میں صحابہؓ اور تابعینؒ اور فقہاءؒ میں سے چند بزرگ جو اس کے جواز کے قائل تھے۔ وہ اُسے صرف اضطرار اور شدید ضرورت کی حالت میں جائز رکھتے تھے۔ اُن میں سے کوئی بھی اسے نکاح کی طرح مباح مطلق اور عام حالات میں معمول بہ بنا لینے کا قائل نہ تھا۔ ابنِ عباسؓ جن کا نام قائلینِ جواز میں سب سے زیادہ نمایاں کر کے پیش کیا جاتا ہے اپنے مسلک کی توضیح خود ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ ما ھی الا کالمیتۃ لا تحل الا للمضطر "یہ تو مُردار کی طرح ہے کہ مضطر کے سوا کسی کے لئے حلال نہیں۔" اور اس فتوی سے بھی وہ اُس وقت باز آ گئے تھے جب اُنہوں نے دیکھا کہ لوگ اباحت کی گنجائش سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر آزادانہ متعہ کرنے لگے ہیں۔ اور ضرورت تک اُسے

موقوف نہیں رکھتے۔ اس سوال کو نظر انداز بھی کر دیا جائے کہ ابنِ عباسؓ اور ان کے ہم خیال چند گنے چُنے اصحاب نے اس مسلک سے رُجوع کر لیا تھا یا نہیں؟

تو اُن کے مسلک کو اختیار کرنے والا زیادہ سے زیادہ جواز بحالتِ اضطرار کی حد تک جا سکتا ہے۔ مطلق اباحت اور بلا ضرورت تمتع حتی کہ منکوحہ بیویوں تک کی موجودگی میں بھی ممتوعات سے استفادہ کرنا تو ایک ایسی آزادی ہے جسے ذوقِ سلیم بھی گوارا نہیں کرتا۔ کجا کہ اُسے شریعتِ محمدیہ کی طرف منسوب کیا جائے۔ اور ائمۂ اہلِ بیت کو اس سے متہم کیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ خود شیعہ حضرات میں سے بھی کوئی شریف آدمی یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص اس کی بیوی یا بہن کے لئے نکاح کے بجائے متعہ کا پیغام دے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ جوازِ متعہ کے لئے معاشرے میں زنانِ بازاری کی طرح عورتوں کا ایک ادنیٰ طبقہ موجود رہنا چاہیئے جس سے تمتع کرنے کا دروازہ کھلا رہے۔ یا پھر یہ کہ متعہ صرف غریب لوگوں کی بیٹیوں اور بہنوں کے لئے ہو۔ اور اُن سے فائدہ اُٹھانا خوشحال طبقے کے مردوں کا حق ہو۔ کیا خدا اور رسولؐ کی شریعت سے اس طرح کے غیر منصفانہ قوانین کی توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ کسی ایسے فعل کو مُباح کر دیں گے جسے ہر شریف عورت اپنے لئے بے عزتی بھی سمجھے اور بے حیائی بھی۔[1]

مولانا مودودی کی مذکورہ عبارات دیکھنے کے بعد مولانا کو مجوّزینِ متعہ

[1] ۔ "تفہیم القرآن ص ۲۶۶، ج ۳ ۔"

میں شمار کرنا حقیقت کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔

ہم شیعہ فاضل سے عرض کریں گے کہ بہتان و افتراء تقیہ کے مترادف نہیں ہے۔ تقیہ پر تو آپ بڑے شوق سے عمل پیرا رہیں۔ لیکن کسی دُوسرے پر بہتان و افتراء نہ باندھیں۔ کیونکہ بہتان و افتراء کی ممانعت وحرمت اہلِ سنت اور شیعہ ہر دو مسلکوں میں یکساں ہے۔

ایک غلط فہمی کا اِزالہ

مؤطا مترجم اردو از مولانا وحید الزمان میں مندرجہ ذیل چند صحابہ رضؓ کو زرقانی کے حوالہ سے قائلینِ متعہ میں شمار کیا ہے:۔

جابر بن عبداللہؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابوسعیدؓ، معاویہؓ، اسماء بنت ابو بکرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عمرو بن حویرثؓ، سلمہ بن الاکوعؓ۔

چنانچہ شیعہ فاضل نے بھی اس عبارت سے جوازِ متعہ پر استدلال کیا ہے:۔ جو کئی وجوہ سے باطل ہے۔

علامہ زرقانی نے اس اعتراض کا جواب بھی لکھا ہے۔ مگر مولانا وحید الزمان نے غالباً اختصار کے پیشِ نظر اعتراض کا تو ذکر کر دیا ہے مگر جواب کا ذکر نہیں کیا۔ جس سے شیعہ فاضل نے یہ سمجھ لیا ہے کہ یہ حضرات متعہ کے قائل تھے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ چنانچہ اولاً علامہ زرقانی کا جواب ملاحظہ فرمائیں:۔

وآجیب بان الخلاف انما کان فی الصدر الاوّل الی اخر خلافة عمر والاجماعُ انما هو فیما بعد	کہ بعض صحابہ رضؓ کا متعہ کے سلسلہ میں اختلاف صدرِ اوّل سے خلافتِ عمرؓ تک رہا۔ بعد ازاں تمام صحابہؓ کا حرمتِ متعہ پر اجماع ہو گیا۔

؁ ؁ ؁

سے :۔ زرقانی شرح مؤطا ص ۱۵۴، ج ۳۔" ؁

اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہؓ سے ابونضرہ فرماتے ہیں کہ:۔

کنت عند جابر بن عبد اللہ فاتاہ آت فقال ابن عباس وابن الزبیر اختلفا فی المتعتین فقال جابر فعلناھما مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم نھانا عنھما عمر فلم نعد لھما	میں حضرت جابر بن عبداللہؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اُن کے پاس کسی نے آکر کہا کہ ابنِ عباسؓ اور ابنِ زبیرؓ میں متعۃ الحج اور متعۃ النساء کے بارے میں اختلاف ہوا۔ (ابنِ عباس رضؓ جواز کا اور ابنِ زبیرؓ حرمت کا) تو حضرت جابر رضؓ نے کہا۔ ہم

نے دونوں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں کئے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے ان دونوں سے روک دیا، تو ہم باز آگئے۔

لہٰذا جو شخص یہ دعوی کرتا ہے کہ صحابہؓ ہمیشہ کے لئے حِلّتِ متعہ کے قائل رہے ہیں۔ اس پر لازم ہے کہ اہلِ سنّت کی کتب سے کوئی ایسی دلیل دکھائے

جس میں یہ صراحت ہو کہ اعلانِ فاروقیؓ کے بعد بھی وہ جوازِ متعہ کے قائل و عامل رہے ہوں۔ وَدُوْنَہٗ خرط القتاد ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

لے :۔ " مسلم ص ۴۰۱، ج ۱۔" ؁

ثانیاً :-

استدلال اِس لئے غلط ہے کہ شیعہ فاضل کا دعویٰ تو عام ہے۔ مگر مستدل بہٖ خاص ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دعویٰ تو یہ کیا گیا ہے کہ اکثر صحابہؓ متعہ کے قائل و عامل رہے ہیں۔ مگر مولانا وحید الزمان کی جس عبارت سے استدلال کیا ہے۔ ان میں صرف آٹھ نام ظاہر کئے گئے ہیں۔ جن میں سے چار یعنی " جابرؓ، ابنِ عباسؓ، حضرت اسماءؓ، عمرو بن حویرثؓ " کی پوزیشن تو ہم واضح کر چکے ہیں کہ دیگر صحابہؓ کی طرح وہ بھی حرمتِ مُتعہ کے قائل تھے۔

باقی رہی چار کی بات تو بفرضِ محال اگر فاضل مذکور کا دعویٰ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ یہ صحابہؓ اعلانِ فاروقیؓ کے بعد جواز کے قائل رہے ہیں۔ تو اس سے موصوف کا کم از کم یہ دعویٰ تو باطل ہو گیا کہ اکثر صحابہؓ ہمیشہ کے لئے مُتعہ کے قائل و عامل رہے تھے۔ کیونکہ چار کے متعلق اکثریت کا دعویٰ کرنا پرلے درجے کی جہالت ہے۔

مُتعہ اور زنا کا مُوازنہ

ہم نے اپنے مضمون میں بحوالہ بیہقی یہ روایت نقل کی تھی کہ :-

عن[1] جعفر بن محمد انہٗ سئل عن المتعۃ فقال ھی الزنا بعینہٖ۔	یعنی مُتعہ بعینہٖ زنا ہے۔ ٭ ٭ ٭
لیکن شیعہ فاضل[2]	اُسے زنا ماننے سے

انکار کیا ہے۔ لہٰذا ہم اُن کی تسلّی کے لئے زنا اور متعہ کا موازنہ پیش کرتے ہیں۔ جسے دیکھ کر کوئی بھی ذی ہوش معمولی علم سے مس رکھنے والا بھی مُتعہ کو زنا سمجھنے پر مجبور ہو گا۔

مُتعہ کے لغوی معنے نفع و فائدہ کے ہیں :-

" الاستمتاع فی اللغۃ الانتفاع و کل من انتفع بہٖ فھو متاع " ٭

اور شیعوں کی شرعی اصطلاح میں جب ایک شیعہ مرد کسی شیعہ عورت کو مقررہ وقت کے لئے اور مقررہ اُجرت کے عوض مجامعت کی خاطر ٹھیکہ پر لے تو اُسے مُتعہ کہتے ہیں :-

" انما[2] ھی مستاجرۃ۔ " ٭ ٭ ٭	ممتوعہ عورت ٹھیکہ کی چیز ہوتی ہے۔

[1] " بیہقی شریف۔ " ٭

[2] " کافی جلد ۲ کتاب اوّل ص ۱۱۹۔ " ٭

متعہ اور زنا میں کُل مراحل یکساں ہیں۔ سوائے اس کے کہ زنا میں صیغہ متعہ نہیں پڑھا جاتا کہ عورت کہتی ہے۔ متعتک نفسی میں نے اپنے نفس کو تیرے متعہ میں دیا۔ اور مرد کہتا ہے قبلتک میں نے قبول کیا۔[1]

ورنہ مندرجہ ذیل موازنہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ متعہ اور زنا میں کچھ بھی فرق نہیں ہے :۔

زنا	مُتعہ
۱:۔ زنا میں خرچی پیشگی دی جاتی ہے۔	متعہ میں اُجرت پیشگی۔ کیونکہ مابعد کا دعوی عدالت میں ممنوع سماعت ہے۔ اس لئے کہ یہ معاوضہ معاہدہ ناجائز ہے۔[2]
۲:۔ زنا میں خرچی کا تعیّن نہیں۔	مُتعہ میں بھی ایک مٹھی گندم (کفّ من برّ) یا ایک لقمہ طعام (کفّ من طعام) سے لے کر لاتعداد رقم نقد تک ہو سکتا ہے۔[3] دونوں صورتوں میں مرد کی حیثیت و

سلہ۔ " جامع عباسی ص ۱۳۵۔" ؛
سلہ۔ " تنبیہ المنکرین ص ۲۹۔" ؛
سلہ۔ " کافی ج ۲ کتاب اوّل ص ۱۹۴۔" ؛

زنا	مُتعہ
	حوصلہ پر اس کا انحصار ہے۔
۳:۔ زنا کے لئے تعیّنِ وقت ضروری ہے۔	مُتعہ[1] بھی اس کے بغیر ناجائز ہے۔ اگر میعاد گھڑی گھنٹہ کی رو سے مُعیّن نہ ہوگی تو متعہ باطل ہے۔ خواہ وقت ایک گھڑی گھنٹہ سے لے کر ایک ماہ یا ایک سال ہو۔ مرد کی فرصت حیثیت اس امر کا فیصلہ کر سکتی ہے۔
۴:۔ زنا میں تنہائی اور پوشیدگی ضروری ہے۔	مُتعہ[2] کے لئے بھی اشتہار و اعلان ضرورت نہیں۔ "لیس فی المتعۃ اشتہار و اعلان۔" ؛
۵:۔ زنا چونکہ فعلِ غیر شرعی ہے اس لئے عورتوں کی تعداد کی قید شرعی طور پر عبث فعل ہے۔	اسی طرح متعہ[3] میں بھی اس قسم کا کوئی تعیّن نہیں ہے۔ تزوّج منھنّ الفا فانھنّ مستاجرات

سلہ۔ " جامع عباسی ص ۱۳۵۔" ؛
سلہ۔ " تہذیب الاحکام باب النکاح۔" ؛
سلہ۔ " کافی ج ۲ کتاب اول ص ۱۹۱۔" ؛

زنا	متعہ
خواہ ایک مرد ایک وقت میں دس عورتوں سے زنا کرے۔	خواہ ہزار عورتوں سے مُتعہ کرو۔ کیونکہ وہ تو ٹھیکہ کی چیزیں ہیں۔
۶:- پیشہ ور زانیہ عورتیں بے حجاب ہوا کرتی ہیں۔	ممتوعہ[1] کے لئے بھی پردہ کی قید لگانی ناجائز ہے۔
۷:- زنا بغرض رفعِ حاجت، شہوانی ہوتا ہے۔ نہ کہ بغرض بقائے نسلِ انسانی۔	مُتعہ[2] کی غرض وغایت بھی یہی ہے۔ بلکہ متعہ میں منی کا اخراج اور اس کا پھینکنا مقصود ہوتا ہے۔ خواہ مرد بوقتِ انزالِ منی عورت کے رحم سے باہر گرا دیوے۔
۸:- زنا میں بھی جس وقت مرد چاہے بلا طلاق دیئے اپنے آپ کو عورت سے الگ کر سکتا ہے۔	یہی حالت[3] بعینہٖ متعہ میں بھی پائی جاتی ہے۔ طلاق کی ضرورت یہاں بھی نہیں۔
۹:- زنا میں بھی نہ توارث فی	یہی عمل مُتعہ میں بھی جاری ہے۔

لہ۔" استبصار کتاب الحدود باب ما یحصن۔" ٭

لہ۲۔" تنبیہ المنکرین ص ۶۔" ، جامع عباسی ص ۱۵۵

لہ۳۔" جامع عباسی ص ۱۲۵ ۔" ٭

زنا	متعہ
الاولاد ہے۔ اور نہ فیما بین فریقین (یعنی نہ اولاد کو کوئی حق وراثت پہنچتا ہے نہ مرد عورت میں سے کسی کو۔"	لا ترثنی[1] ولا ارثک۔
۱۰:- زنا میں بھی عورت کا نان ونفقہ مرد کے ذمہ نہیں ہوتا۔	مُتعہ[2] میں بھی یہ حالت یکساں ہے۔

اندکے با تو گفتم و بسیار ترسیدم !!!
کہ تو آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ متعہ خالص زنا ہے۔ یہ کسی صورت میں بھی زنا کی کیفیت سے خارج نہیں۔ متعہ اور زنا میں تقیہ اور جھوٹ کی طرح صرف نام کا فرق ہے۔ ورنہ حقیقت دونوں کی ایک ہی ہے۔

لہ۔" فروع کافی ج ۲ کتاب الاول ص ۱۹۳ ۔" ٭

" جامع عباسی ص ۱۳۵ ۔" ٭

لہ۲۔" جامع عباسی ص ۱۳۵ ۔" ٭

مُتعہ کے مُتعلق ایک عجیب و غریب حکایت

مشہور تارک الدنیا سیّاح سید غوث علی شاہ پانی پتی مُتعہ کے متعلق اپنا ایک چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

لکھنؤ میں ایک امیرزادہ شیعہ ہمارے پاس آیا کرتا تھا۔ اتفاق سے اس کی تاریخِ نکاح قرار پائی۔ برات کے وقت خود آیا۔ اور باصرار تمام ایک ہاتھی پر سوار کرا کے ہم کو بھی لے گیا۔ صیغہ شروع ہونے کو تھا کہ ایک دایہ سرِ محفل آکر کہنے لگی کہ اس نیک بخت پارسا لڑکی کو پانچ مہینے کا حمل بھی ہے۔ مگر حرام کا نہیں بلکہ مُتعہ شرعی کا ہے۔ یہ بات سُن کر دولہا چونکا۔ اور بے باکانہ کہہ اٹھا کہ میں نے نکاح نہیں کرنا۔ ہر چند لوگوں نے سمجھایا۔ ایک نہ مانی۔ اس کے باپ نے ہم سے کہا کہ صاحب یہ آپ کا بہت معتقد ہے۔ آپ ہی اس کو سمجھائیے۔ ہمارا تو کہنا مانتا نہیں۔ ناچار ہم نے پاس جا کر کہا کہ صاحبزادے وجہِ انکار کیا ہے۔؟

بولا کہ حضرت یہ بچپن کی چاٹ لگی ہوئی آئندہ کب چھوٹے گی۔ ہم نے کہا کہ میاں جب تمہارے مذہب میں یہ امر جائز ہے تو پھر بُرا کیوں سمجھتے ہو؟

کہا بس صاحب ایسے مذہب کو میرا سلام۔ اُس کے باپ نے

تذکرہ غوثیہ ص ۱۱۳

کہا۔ کہ ہیں۔؟

کیا تُو سُنّی ہو گیا؟

بولا کہ ہاں پہلے تو نہ تھا مگر اب ہو گیا۔ یہ کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور محفل درہم برہم ہو گئی۔ آخر اس نے باصرار ہمارے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

مصنف ہذا کی دیگر تصانیف

۱:- نفحات العطر فی تحقیق مسائل عید الفطر۔
۲:- اہمیتِ نماز۔
۳:- احکامِ دعاء اور توسل۔
۴:- تحفۃ الورٰی فی تحقیق مسائل عید الاضحیٰ۔
۵:- احکامِ سفر۔ (زیر طبع)
۶:- صلوٰۃ المصطفیٰ۔ (زیر طبع)
۷:- دورانِ خطبہ دو رکعت پڑھنے کا ثبوت (زیر طبع)
۸:- مسائلِ قربانی۔
۹:- تحفۃ الورٰی فی اثباتِ الجمعۃ فی القرٰی۔